



ترقی کیسے کریں

ڈیل کارنیگی

Dale Carnegie

www.iqbalkamati.blogspot.com

ڈیل کارپنگی

نفسیات پر ایک پیش بہا کتاب

ترقی کیسے کریں ”کامیاب زندگی“ کی وہ کلید ہے جس کے حصول کے لیے ہر انسان زندگی بھر بے قرار رہتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے آپ پر خوش حالی، آزار و زحمت اور مسرت کے دروازے کھل جائیں گے۔ اس میں وہ اصول اور قاعدے بیان کیے گئے ہیں جن پر عمل کرنے سے آپ کی دنیا بدل جائے گی۔ یہ اپنے موضوع اور انداز بیان کے لحاظ سے اردو زبان میں نفسیات پر پہلی کتاب ہے۔

فہرست

یہ کتاب کیوں لکھی گئی؟
آپ کی زندگی کا مقصد
کامیابی کی جانب پہلا قدم
شریک زندگی کا تعاون
جب ایک مقصد حاصل ہو جائے
شوق پیدا کیجئے، ولولے سے کام لیجئے
چھ زریں اصول
مقصد زندگی معین کرنے کا سائنسی طریقہ
حصول مقصد کچھ مشکل نہیں
پہلے خود کو پہچانیے
معائنہ خودی
توجہ مقصد پر مرکوز کرنے کا عمل
مخالفت برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیجئے
جدوجہد کس طرح کی جائے گی
بیزاری، خوف اور تشویش ہرگز نہیں
دُکھ درد باٹ لینا چاہیے
جواب نما سوال
بیوی بہترین مشیر اور اصلاح کار
جھوٹ بولنے والے انسانوں سے ترقی میں امداد
ترقی کے راستے پر تیز گام چلیے

اپنے مشیر اور صلاح کار خود بنیے
شریکِ زندگی سے بھی مدد لیجیے
آپ کی بیوی کو آپ کے پیشے سے واقف ہونا چاہیے
شریکِ زندگی کی ذہانت شوہر کے لئے باعثِ ترقی ہوتی ہے
قریبی رشتے داروں کی اعانت حاصل کیجئے
دوستوں کو وسیلہ ترقی بنائیے
دوستوں سے کسی قسم کی امداد ملتی ہے
دوست کیسے پیدا کیے جائیں
سچے دوست کی افادیت
آڑے وقت کا سہارا
راستے کی رکاوٹیں
عدم استقلال
خود اعتمادی کا فقدان
قطع فیصلہ نہ کر سکنے کی خامی
بر وقت فیصلہ کیجئے
فیصلے کے لیے درکار مواد جمع کیجئے
مواد کی ذہن میں تولیے
فیصلے کے درجہ حرارت کا خیال رکھیے
سمجھوتہ کر لینا ہمیشہ ہی غلط نہیں ہوا کرتا
فیصلے پر عمل درآمد ضرور کرنا چاہیے
ذرائع امداد

ذخیرہ معلومات اضافے کی ضرورت

بامقصد مطالعہ کیجیے

ذہن کو بالیدگی دینے کا واحد طریقہ

ترقی کی رفتار پیا



یہ کتاب کیوں لکھی گئی ہے؟

کون انسان ایسا ہے جس کے دل میں ترقی کرنے کی تڑپ نہیں؟ کس کے دل میں یہ آرزو نہیں ہوتی کہ وہ ترقی کر کے کامیاب زندگی بسر کرے۔ خوشحالی، آسودگی، آرام و راحت اور سکون و اطمینان ترقی اور کامیابی ہی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ان کے لیے کون زندگی بھر پور کوشش نہیں کرتا رہتا؟ کس کے سینے میں یہ آرزو ہر وقت بیقرار نہیں رہتی کہ اسے یہ نعمتیں ملیں؟

یہ نعمتیں دولت سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ دولت خوشحالی کا ڈومرانا م ہے، اسی سے آرام و آسائش کی چیزیں میسر آتی ہیں۔ انہی چیزوں کی مدد سے زندگی راحت و آرام سے گزاری جا سکتی ہے اور دولت ترقی سے ملتی ہے۔

اسی طرح دلی خوشی بھی ایک ایسی نعمت ہے جس کے لیے سب انسان ذہنی سطح کا انسان ان سے واقف ہو کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکے۔ انہیں قاعدوں کا مفصل بیان یہ کتاب ہے۔

مگر محض قاعدے بیان کر دینا کسی بات کو ذہن نشین کرنے کا ایک ایسا طریقہ ہے جو عالمانہ وقار اور شان تو رکھتا ہے تا م سمجھنے سمجھانے کے لحاظ سے بوجھل طریقہ ہے چنانچہ لوگوں کو ذہن پر بار گزرتا ہے۔

میں نے ترقی کے قاعدے ہر قسم کے انسانوں کے دماغوں میں بہ آسانی اتارنے کے لیے ان کامیاب شخصیتوں کی حالات اور طریقوں کو بیان کیا ہے جن پر وہ عمل کرتے رہے ہیں۔ ان زندہ افسانوں کے مطالعے کے دوران پڑھنے والوں کو نہ صرف ترقی کے قاعدے معلوم ہو جاتے ہیں بلکہ چلتی پھرتی مثالوں سے وہ طریقے بھی ان کے سامنے آتے رہتے ہیں جن سے ان قاعدوں کو عملی طور پر مفید مطلب بنایا جاتا رہا ہے۔

میں نے جن کامیاب انسانوں کی مثالیں دی ہیں انہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ان گھنٹوں باتیں کی ہیں اور ان کے طور طریق کا قریب سے گہرا مطالعہ کر چلا ہوں۔ ان میں متعدد اشخاص میرے شاگرد بھی رہ چکے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے شخصیت کی تعمیر و ترقی، بہتر انسانی تعلقات اور موثر انداز گفتگو وغیرہ موضوعات پر سبق پڑھے ہیں۔

ہر چند نامور افراد نے یہ درخواست کی ہے کہ ان کے نام ظاہر نہ کیے جائیں مگر چونکہ مجھے مولوم ہے کہ انہوں نے محض کسر نفسی کے خیال سے ایسا کیا ہے اس لیے میں نے جاہِ حاضروری نام درج کر دیئے ہیں۔

میں ان سب حضرات کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے ملاقاتوں کا موقع دیا اور اپنے بیش قیمت میں سے چند گھنٹے نکال کر میرے سوالات بغور سنے اور پھر ضروری جوابات دیئے۔

شاید اس کتاب کے مطالعے کے بعد پیشہ ور سماجی کارکنوں، ماہرین نفسیات اور دیگر علوم و فنون کے ماہرین میں سے بعض میرے وضع کیے ہوئے قاعدوں پر یہ اعتراض کریں کہ ان پر ہر انسان عمل نہیں کر سکتا۔

میں ان کے اعتراض کی نوعیت کا پیش اندازہ کر سکتا ہوں۔ یقیناً اس دنیا میں ایسے بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن کو غلط قسم کے ناقابل برداشت ماحول سے واسطہ پڑا ہے۔ ان میں سے بہت سے افراد کو میرے قاعدے ناقابل عمل ہی نہیں ناقابل یقین بھی معلوم ہوں گے مگر ان کی یہ ذہنی کیفیت منفی انداز نظر کا عکس ہوگی۔ قدرت نے انسانوں کو صلاحیتیں بخشنے کے معاملے میں بڑی فیاضی سے کام لیا ہے۔ اگر اس قسم کے لوگ اپنی صلاحیتوں کو پکاریں گے تو وہ دیکھیں گے کہ ان کے لیے بھی قاعدوں پر عمل درآمد چنداں دشوار نہیں۔ ترقی کا ولولہ ہر انسان کے دل میں موجود

ہے۔ البتہ بعض دلوں میں خفتہ یا نیم خفتہ ہوتا ہے آپ میں بھی ہوگا اسے حرکت میں لانے کی ضرورت ہے، پھر دیکھئے کیسے کیسے کارنامے دکھاتی ہیں۔ میں نے اپنی طرف سے ان قاعدوں کا آسان بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے اسی لیے کتاب کی زبان تک اتنی سادہ اور عام فہم رکھی ہے کہ شاید نفسیات کی کتاب کے لیے اس سے زیادہ آسان زبان ممکن نہیں یہ سب پاپڑاس لیے بیلے گئے ہیں کہ اس کتاب کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے سے جو مقصد پیش نظر ہے وہ پورا ہو جائے۔ وہ مقصد کیا ہے؟ یہی کہ میں نے جو باتیں لکھی ہیں یہ پڑھنے والوں کے دلوں میں اتر جائیں۔

جب یہ مرحلہ طے ہو جائے گا تو اس کتاب سے لوگوں میں ترقی کے محرکات بیدار ہوں گے اور جب وہ حرکت میں آنے کے بعد ترقی کی زریں شاہراہ پر حوصلے اور جوش سے گامزن ہوں گے تو انہیں خوشحالی کی وہ بہشت سامنے نظر آنے لگے گی جس کے لیے انسان اس وقت تڑپنا شروع کرتا ہے جب ہوش سنبھالتا ہے اور اس وقت تک تڑپتا رہتا ہے جب اس دنیا سے اٹھتا ہے۔

آپ کی زندگی کا مقصد؟

کامیابی کی جانب پہلا قدم

یہ بات ۱۹۱۰ء کی ہے۔ نیویارک سٹی کی ایک درسگاہ کے بورڈنگ ہاؤس میں دونو جوان کمرہ شریک تھے۔ ان میں سے ایک کا نام (فرض کرو) ج تھا اور دوسرے کا س۔ ج ایک تصوری نوجوان تھا۔ وہ ہر وقت ہوائی قلعے بناتا رہتا تھا۔ وہ ایک زرخیز علاقے کے ایک خوشحال خاندان سے تھا اور اکادمی فنون میں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ دوسرا نوجوان، س ایک دہقان کا بیٹا تھا وہ کچھ کر کے دکھانے کی دھن میں تھا۔ ایک دن ان دونوں میں اس موضوع پر باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کیا کریں گے۔ دہقان کے بیٹے نے سینتاناں کر کہا "میں کسی عظیم ادارے کا سربراہ بنوں گا" ج اس کی یہ بات سن کر بے اختیار ہنس دیا۔ مگر دہقان کا بیٹا امیر زادے کے تمسخر سے ذرا بھی بد دل نہیں ہوا۔ اس ایک گاؤں میں پیدا ہوا تھا جس کے ارد گرد جنگل ہی جنگل اور کھیت ہی کھیت تھے مگر اس کے دل میں قدرت میں ولولہ، ترقی کی چنگاری رکھ دی تھی۔

اسے سب سے پہلی جو ملازمت ملی وہ ایک گودام کی کلرک کی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو وہ افسردہ اور ملول رہنے لگتا مگر س نے اس کام کو انتہائی قابلیت سے انجام دیا۔ ڈیوٹی کے بعد جتنا وقت بچتا اس میں ہول سیل ڈپارٹ میں رضا کارانہ کام کرتا۔ چونکہ یہ اس کا اپنا شوق تھا اس لیے مالگوں نے نہ اجرت دی نہ شاباشی، البتہ اتنی مہربانی ضرور کی کہ جب ایک اور بہتر جگہ نکلی تو اس پر اس سر پھرے جوان کو لگا دیا۔

اب وہ کلرک سے سیل میں بن گیا۔ پھر چند ہی دن بعد ترقی کر کے اس شعبے کا افسر بن گیا اور انہوں نے وقت گزرتا گیا وہ قدم قدم کر کے ترقی کے زینے پر چڑھتا

چلا گیا۔

اسی کئی بار مایوسیوں اور نامرادیوں کا سامنا بھی کرنا پڑا مگر ہمت کے راستے کا یہ ثابت قدم رہرہوصلے کے قدموں سے چلتا ہی رہا۔

چند دن بعد اس نے ایک اور ادارے میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی مگر وہاں راستہ بند تھا۔ ادارے کے مالک صاحب کے رشتہ دار اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ وہ ایک اور ادارے میں گیا وہاں ترقی کے تمام مواقع صرف ان کے لیے تھے جو پرانے ملازم تھے ایک تیسرے ادارے میں ٹولہ بازی تھی ایک چوتھے ادارے میں خوشامدیوں کے وارے نیا رہے ہو رہے تھے مگر اس نے اپنی منزل نظروں سے اوجھل نہ ہونے دی اور آخر اس پر پہنچ کر ہی دم لیا۔ اس نے بیج نٹ پیکنگ کارپوریشن کا صدر بن کر دکھا دیا۔ اور اس کے بعد اس ادارے کی بنیاد رکھی جو بلومون چیز کمپنی کے نام سے ملک بھر میں معروف ہے۔ اس کا نام ہے سامن وھٹن۔

وھٹن نے نیویارک سٹی کی ایک درسگاہ کے بورڈنگ ہاؤس میں جب اپنے کمرہ شریک نوجوان سے کہا تھا میں کسی عظیم ادارے کا سربراہ بنوں گا اس وقت وہ جاگتے میں خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اس ولولے کو الفاظ کا جامہ پہنا رہا تھا جو قدرت نے اس کے سینے میں عزم کے فانوس کی شکل میں روشن کر رکھا تھا۔ آج وہ اس عزم کی کامیابی کے بعد امریکا کے کامیاب ترین صنعت کاروں میں شمار ہوتا ہے۔

وھٹن کو اتنی شاندار کامیابی کیوں حاصل ہوئی؟ اس کے ساتھ کے ہزاروں نوجوان ایسی کامیابی کیوں حاصل نہیں کر سکے؟ ان سوالات کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے محنت کی۔ چلنے مان لیا کہ اس نے محنت کی جان توڑ محنت کی مگر

محنت کون نہیں کیا کرتا؟ ہر شخص محنت شقت اور جدوجہد کرتا ہے۔ شاید یہ کہا جائے کہ اس نے جس کام میں ہاتھ ڈالا اس کی ماہیت کو پوری توجہ سے ذہن نشین کیا۔ ہمیں یہ دلیل تسلیم ہے مگر یہ بھی کوئی مسکت دلیل نہیں ہے۔ ہزاروں انسان ایسا ہی کرتے ہیں پھر کامیاب نہیں ہوتے۔ صحیح ترین جواب یہ ہے کہ دھنسنے نے اپنی زندگی کا ایک مقصد متعین کر لیا تھا۔ اس معلوم تھا کہ اس کی منزل کہاں ہے وہ لوگ جو مقصد کی روشنی میں کام کرتے ہیں ترقی کر کے کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جب دھنسنے اوروں نام کام کر رہا تھا، جب وہ ایک جگہ سے ترقی کر کے دوسری جگہ پہنچ رہا تھا۔ جب وہ کاروبار کے گرجانے کے لیے اپنے دماغ پر زور ڈالتا تھا اس دوران میں وہ تمام وقت اپنی منزل کی سیدھ باندھ کر زندگی کی دوڑ، دوڑ رہا تھا۔ کسی انسان کے لئے زندگی کا مقصد نہ ہونا، ناکامی اور نامرادی کے گڑھے میں گرنا ہے۔ اس کی زندگی کا کوئی محور نہیں ہوتا۔ اس کی کوئی منزل نہیں ہوتی اس کے دل میں کچھ کرنے یا کچھ بن کر دکھانے کی تڑپ بھی نہیں ہوتی۔ وہ انسان جو بیکاری کے بھنور میں پڑے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں یا جو اپنے موجودہ حالات سے نالاں ہیں مقصد نہ ہونے کی بیماری کے شکار ہیں کیوں کہ انہیں معلوم ہی نہیں کہ انہیں کیا کرنا چاہیے۔

شریکِ زندگی کا تعاون

مرد کے لئے مقصدِ زندگی معین کرنے کا کام اس کی شریکِ زندگی بھی کر سکتی ہے اس کی بالکل سیدھی سی وجہ یہ ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر کے قریب ترین ہونے کی وجہ سے اسکی صلاحیتوں اور کمزوریوں کو تاڑ جاتی ہے۔ اگر اس کے شوہر نے شادی ہو جانے کے بعد بھی اپنا کوئی مقصدِ زندگی معین نہ کیا ہو تو یہ فرض اس کی شریکِ زندگی کو ادا کرنا چاہیے۔

اگر شوہر اپنا مقصدِ زندگی معین کر چکا ہو تو بیوی کو چاہیے کہ اس مقصد کے حصول کی جدوجہد میں اس کی ہر طرح امداد کرے "میرج گائیڈ" کے مصنفوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ مشترک مقصد ازواجی زندگی کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے اس لیے بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے مقصدِ زندگی کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لے "میرج گائیڈ" کے الفاظ میں کوئی منزل ہر وقت پیش نظر رکھنا اور پھر اس منزل تک پہنچنے کے لیے بھرپور سعی و کوشش کرنا زندگی کا سب سے زیادہ پُر لطف شغل ہے، میاں بیوی مل کر منصوبے بنائیں، ان کو کامیاب کرنے کی تدبیریں سوچیں، مشترک ارمانوں سے دونوں کے دل ساتھ دھڑکیں اور وہ کامیابیوں اور مایوسیوں میں برابر شریک ہوں۔

ولیم گراہام آئل کمپنی امریکا کا ایک باوقار صنعتی ادارہ ہے۔ اسکے مالک ولیم گراہام کی عمر ابھی صرف چالے سال کی ہے مگر آمدنی ک لحاظ سے دنیا کے کامیاب ترین افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ میں نے ان سے ان کی ترقی کی وجہ پوچھی وہ جواب میں بولے دُور کی منصوبہ بندی اور مل جل کر کام کرنا، کس کا مل جل کر کام کرنا؟ گراہام اور ان کی بیوی کا۔

ان میاں بیوی کی داستانِ ترقی یہ ہے کہ انہوں نے شادی کے فوراً بعد پر اپنی

ڈیلر کا کام شروع کر دیا۔ ذرائع کیا تھے؟ صرف حصول کامیابی کا ولولہ اور محنت کرنے کا عزم ان کا دفتر ایک بزنس بلڈنگ کا ایک مختصر کمرہ تھا۔ شوہر باہر کام کرتا، بیوی دفتر سنبھالتی، شروع میں آمدنی زیادہ نہ ہوئی بلکہ کبھی کبھی تو اتنی قلیل ہوتی تھی کہ خرچ پورے کرنا دشوار ہو جاتا۔ پھر آمدنی اتنی ہونے لگی کہ کچھ بچنے بھی لگا۔ رفتہ رفتہ اتنی رقم جو گئی کہ انہوں نے اس سے ایک مکان خرید لیا۔ پھر وہ خود عمارتیں تعمیر کرنے لگے۔ اس کام میں کافی منافع ہوا۔ وہ کوئی اور نفع بخش کام کرنے کی سوچنے لگے۔ یہ تیل کا کاروبار تھا۔ یون ولیم گراہم آئیل کمپنی وجود میں آئی اور اتنی کامیاب ہوئی کہ اس کی خطیر آمدنی داستا نوں کا موضوع بن گئی۔

ان میاں بیوی کا طریق کار کیا ہے؟

یہ منصوبے بناتے اور مقصد معین کرتے وقت اپنی تربیت، رجحانات، افتاد طبع، خوبیوں اور خامیوں کو پیش نظر رکھتے ہیں چنانچہ ہر بار کامیاب رہتے ہیں۔

جب ایک مقصد حاصل ہو جائے۔

ترقی کا عمل مسلسل جاری رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک مقصد حاصل ہو جانے کے بعد کوئی اور مقصد معین کر لیا جائے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کر دی جائے۔

ایک نوجوان الیگزینڈر نک کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا بے اندازہ شوق تھا مگر مشکل یہ تھی کہ وہ یتیم تھا اور ایک یتیم خانے میں پل رہا تھا یہ ادارہ یوں تو یتیم بچوں کی اچھی دیکھ بھال کرتا تھا مگر اس کا ڈھرہ پرانا تھا۔ اس میں بچوں کو تعلیم دینے کا کوئی انتظام نہ تھا اور ان کی گزر بسر کروانے کے لیے ان سے مختلف قسم کے کام کروائے جاتے تھے چنانچہ الیگزینڈر نک کو بھی صبح کے پانچ بجے سے لے کر شام ہونے تک لگاتار محنت طلب کام کرنے پڑتے تھے اس لیے اسے پڑھائی کا شوق پورا کرنے کے لیے بہت کم وقت ملتا تھا۔

الیگزینڈر نک یتیم لاوارث اور بے آسرا ہونے کے باوجود بڑا ذہین اور تیز فہم واقع ہوا تھا۔ اس کا ایک ثبوت اس نے اس طرح پیش کیا کہ یتیم خانے کی محدود محنت طلب زندگی میں بھی پڑھائی کا انتظام نہ ہونے کے باوجود دسویں جماعت پاس کر لی۔

یتیم خانے کے منتظمین چونکہ اٹھے۔ انہوں نے نک کو اس کی کارگزاری کی داد دینے کا فیصلہ کر لیا اور چند دن بعد اسے اپنے ادارے سے نکال دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اب وہ نک کا خرچ برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اس ذہن اور طباع نوجوان نے کام ڈھونڈنا شروع کیا تو اسے ایک درزی خانے میں سلائی کا کام ملا۔ اس کام کا امتیازی پہلو یہ تھا کہ کام کے اوقات دیگر دکانوں سے زیادہ طویل تھے۔ جبکہ تنخواہ ان کے مقابلے میں کم تھی۔ اس وقت تک کی عمر صرف چودہ برس کی تھی تاہم اس کے دل

میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ترقی کرنے کے ولولے بلیوں اچھل رہے تھے۔ مگر حالات اس کے ان ولولوں کو کچل ڈالنے کے درپے تھے۔

نک نے پورے چودہ سال اس درزی خانے میں قلیل تنخواہ پر معمول سے زیادہ کام کر کے گزارے۔ اس نے یہ جفا اس توقع پر برداشت کی کہ شاید درزی خانے میں ترقی کی کوئی صورت نکل آئے مگر اس قسم کی کوئی صورت نکلنے کے بجائے یہ ناگہانی آفت نازل ہوگئی کہ درزی خانہ درزیوں کی یونین کے زیر انتظام آگیا۔ پہلے اس کا مالک ایک فرد تھا۔ اب درجنوں بلکہ بیسیوں آقا ہو گئے۔۔ ایک آقا سے ملازم اپنا دکھ درد بالمشافہ بیان کر دیتے تھے اب وہ کس کس آقا سے دکھڑا روتے غرض اس تبدیل سے اس ادارے میں نک الیگزینڈر کا مستقبل تاریک ہو گیا۔

مگر الیگزینڈر نے چودہ سال کی جفا کنا کی زندگی میں کچھ رقم جمع کر لی تھی اس نے درزی خانے کو خیر آباد کہہ کر اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ دو برس کے اندر اندر کاروبار چل اٹھا۔ اس طرح نک کے پاس بہت جلد کافی سرمایہ ہو گیا۔

نک الیگزینڈر نے کاروبار چھوڑ دیا اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ چونکہ سے بچپن کے زمانے سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی دھن تھی اس لیے اس نے ایک سال میں دو جماعتیں پاس کر کے بی، اے کر لیا۔

کیا ترقی کے اس مرحلے پر پہنچ کر اس کے قدم رک گئے؟ نہیں حصول تعلیم اس کی زندگی کا پہلا مقصد تھا۔ جب یہ مقصد حاصل ہو گیا تو اس نے ایک اور مقصد سامنے رکھ کر جدوجہد شروع کر دی۔ وہ کسی بہت بڑی بزنس فرم کا مالک بننا چاہتا تھا۔ اس نے ایک معیاری فرم میں ملازمت کر لی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس فرم کے کاروبار کے طور طریقوں سے واقف ہو جانے کے بعد اس جیسی اپنی فرم کھولے چونکہ وہ ایک ذہین آدمی تھا اس نے ان طریقوں سے بہت جلد واقفیت حاصل کر لی۔

صرف دو برس بعد وہ اس جیسی ایک فرم کا مالک بن گیا۔ اس فرم نے ترقی اور کامیابی کی منزلیں اس قدر تیزی سے طے کیں کہ آج تک الیگزینڈرا اپنے ملک کے چوٹی کے سرمایہ داروں میں شامل کیا جاتا ہے۔

بنک الیگزینڈر کی بے مثال ترقی کے یہ دلچسپ کوائف مجھے خود اسکی زبانی معلوم ہوئے ہیں۔ اس نے ساحل سمندر پر ایک خوشنما کوٹھی بنالی ہے اس کی شادی ایک حسین اور لائق لڑکی کے ساتھ ہو گئی ہے اس وقت اس کی گود میں ایک ننھی سی پیاری پیاری بچی کھیل رہی ہے۔

بنک الیگزینڈر کی کامیابی کا راز کیا ہے؟

یہ کہ اس نے زندگی کے ہر مرحلے میں اپنے سامنے کوئی نہ کوئی اونچا مقصد رکھا اور اسے جدوجہد اور سعی و کوشش کی منزل بنائے رہا۔

برنارڈ شا کا قول ہے:

"مجھے کامیابی سے خوف آتا ہے۔ کامیابی حاصل کر لینا تو یہی ہونا کہ مجھے دنیا میں جو کچھ کرنا تھا کر چکا۔ مگر میں جس حالت کو پسند کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ انسان خود کو مسلسل بناتا سنوارتا رہے۔ اور اس کی منزل اس کے پیچھے نہ ہو بلکہ اس کی آگے ہو۔"

بنک الیگزینڈر نے عظیم مسخرے منکر کے اس قول کے حقیقی معنی سمجھے برنارڈ شا کا مطلب سیدے سادے الفاظ میں یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کا مقصد معین کرے مگر جب یہ مقصد حاصل ہو جائے تو پاؤں توڑ کر نہ بیٹھ رہے بلکہ کوئی اور مقصد سامنے رکھ کر ایک نئی جدوجہد کا آغاز کر دے۔

اس طریق کار پر کامیابی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے عزائم اور مقاصد کی جو منصوبہ بندی کریں وہ دُور رس ہو۔ اپنے مستقبل کو پانچ

پانچ سال کے وقفوں میں تقسیم کر لیجئے۔ اس طرح آپ کبھی بھی بے مقصد نہ رہیں گے۔ مثلاً پہلا مقصدی مرحلہ ہونا چاہیے۔ بی، اے پاس کرنا۔ دوسرا کسی خصوصی کام یا پیشے کی ٹریننگ لینا۔ تیسرا ٹریننگ کے بعد کسی معیاری ادارے میں عملی تجربہ حاصل کرنے کی غرض سے ملازمت کرنا چوتھا مرحلہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اپنا کاروبار شروع کر دیں یا کسی بہت بڑے ادارے میں اعلیٰ افسر بن جائیں۔

اس مرحلے پر برنارڈ شا کا ایک قول نقل کروں گا۔ اس نے کہا ہے "جس روز کوئی شخص تم کو اپنے بارے میں یہ بتائے کہ اب اس کے پاس سرمایہ بھی وافر جمع ہو گیا ہے اور اسے کافی تجربہ بھی حاصل ہو چکا ہے تو اس کے بارے میں سمجھ جاؤ کہ اس کی ترقی ختم ہو گئی ہے"

اس غلط قسم کے انجام سے بچنے کی واحد ترکیب یہ ہے کہ آپ جوں ہی ایک مقصد حاصل کر لیں کوئی اور مقصد سامنے رکھ کر اس کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کر دیں۔

شوق پیدا کیجئے، ولولے سے کام لیجئے

فریڈرک ویلمن اپنے زمانے میں امریکا کے نمایاں ترین انسانوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی فراست، دانائی، مہارت اور کامیاب زندگی کی وجہ سے نیویارک سنٹرل ریلوے کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔

ان سے ایک ریڈیو انٹرویو کے دوران دریافت کیا گیا۔

"آپ کی رائے میں کاروبار میں کامیابی کا راز کیا ہے؟"

انہوں نے جواب میں بتایا۔

"شوق اور ولولہ اور یہ راز کی بات بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ اور اگر جان بھی

جائیں تو اس پر عمل نہیں کیا کرتے۔"

دیکھا گیا ہے کہ ترقی کرنے والے اور ناکام رہنے والے انسانوں میں

مہارت، قابلیت اور فہم و فراست کے اعتبار سے کچھ زیادہ فرق نہیں ہوا کرتا صرف

شوق اور ولولے کی کمی بیشی کا فرق ہوتا ہے۔

شوق اور ولولے کی اہمیت حصول کامیابی کے ضمن میں اتنی زیادہ ہے کہ اگر دو

ایسے افراد، جو ایک ہی میدان میں ترقی کی دوڑ لگا رہے ہوں باقی سب باتوں کے

لحاظ سے ایک دوسرے کے مساوی یا ہم پلہ ہوں تو ان میں سے وہ فرد ترقی کی منزل

پر پہلے پہنچے گا جس میں اپنے حریف سے زیادہ شوق اور ولولہ ہوگا۔

تجربے اور مشاہدے سے اس سلسلے میں ایک اور نکتہ بھی واضح ہوا ہے جو اہم

ہونے کے علاوہ حیران کن بھی ہے۔ اگر کسی میدان میں ترقی کے لیے دوڑ لگانے

والے دونوں افراد شوق اور ولولے سے بہرہ مند ہوں تو دوسرے درجے کا شوق اور

ولولہ رکھنے والا فرد اول درجے کے صاحب شوق اور ولولہ انگیز انسان سے مات کھا

جائے گا۔

آئیے دیکھیں کہ شوق کا مطلب کیا ہے۔

اس کا مطلب صرف چاؤ نہیں ہے اس کا حقیقی مطلب ترقی کے ضمن میں یہ ہے کہ ایک شخص کو اپنے کام سے گہرا دلی لگاؤ ہو۔ خواہ یہ کام مٹی کھودنا ہو یا کسی بڑے کاروباری ادارے کی سربراہی کرنا۔

وہ انسان جو اپنا کام کرنے کا اس قسم کا شوق رکھتا ہو، اس کے لیے کٹھن سے کٹھن کام بھی ایک کھیل بن جاتا ہے اور یہ کام انتہائی محنت طلب ہونے کے باوجود اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔

اس مزاج اور افتاد کے انسان کے لیے کامیابی ہمیشہ چشمِ براہ رہے گی اور وہ ضرور ترقی کر لے گا۔

ایمرسن نے، جو ایک شاعر ادیب ہی نہیں ایک دانش مند بھی تھا۔ اے جگہ لکھا ہے کوئی عظیم کام شوق کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچا، کوئی عظیم مہم ولولے کے بغیر سر نہیں کی جاسکتی۔

ایک عظیم شاعر کا ایک حسین خیال ہے۔ یہ ایک بلند پایہ مفکر کا ایک دانش ندانہ قول ہے مگر یہ ترقی کی منزل کی جانب جانواری شاہراہ کا صحیح ترین پتہ نشان بھی ہے۔ اگر آپ کو میری یہ کتاب پڑھنے سے صرف اتنا ہی فائدہ ہو جائے کہ آپ شوق کی ضرورت اور ولولے کی اہمیت کے قائل ہو جائیں تو میں سمجھوں گا میری محنت اِکارت نہیں گئی بلکہ ٹھکانے لگ گئی۔

اگر آپ ان کے قائل ہو جائیں گے تو آپ اس راستے پر گامزن ہو جائیں گے جو سیدھا کامیابی کی منزل کو جاتا ہے۔

تمام کامیاب انسانوں میں، خواہ انہوں نے صابن سازی کے ذریعے ترقی کی ہو یا کوئی شاہکار تخلیق کر کے کامیابی حاصل کی ہو۔ ایک صفت مشترک ہے۔ وہ شوق

رکھتے تھے اور انہوں نے ولولے سے گرما کر کام کیا۔ حد یہ ہے کہ جو لوگ یہی کھاتے لکھتے یں پاچائے خانے چلاتے ہیں وہ بھی ان دونوں صفتوں کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔

انگریزی زبان میں ولولے کے لے لفظ این تھوزی ازم (Enthusiasm) ہے یہ انگریزی میں یونانی زبان سے آیا ہے۔ یونانی لفظ کے معنی ہیں جس کو خدا متحرک کر دے۔

تجربہ شاہد ہے کہ وہ شخص جو ولولے سے گرما کر کام کرتا ہے، اپنی کارگزاری میں جان ڈال دیتا ہے اور جان ڈالنا خدائی صفات میں سے ایک صفت ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ کوئی اس شخص کا کیا مقابلہ کر سکے گا۔

ایک مرتبہ نامی گرامی ماہر تعلیم و تدریس مسٹر فلر نے کہا تھا۔

"میرے لیے تدریس فن نہیں ہیں یہ پیشہ بھی نہیں ہے، یہ میرے لیے ان سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ یہ مجھے ایک ولولہ پرور کام محسوس ہوتا ہے میں تدریس سے شغف رکھتا ہوں، اسی طرح جس طرح ایک مصور مصوری سے، ایک گلوکار نغمہ سرائی سے، اور ایک شاعر شعر گوئی سے شغف رکھتا ہے۔"

"میں روزانہ صبح جوں ہی بیدار ہوتا ہوں میرے ذہن میں اس قسم کی باتیں آنے لگتی ہیں کہ آج مجھے کن کن جماعتوں کو کون کون سے اسباق پڑھانے ہیں۔ ان باتوں سے میرے رک و پے میں ولولے کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ اس کیفیت کا الفاظ میں احاطہ کرنا ناممکن ہے۔"

مسٹر فلر کامیاب ترین ماہر تدریس تعلیم کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے اس پیشے میں ایسی ترقی کی ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے مندرجہ احوال سے ثابت ہے کہ وہی لوگ کامیابی حاصل کرتے ہیں جو اپنے کام سے گہرا شغف رکھتے ہیں۔ یعنی

اسے شوق اور ولولے سے انجام دیتے ہیں۔

آپ اپنے میں یہی شوق پیدا کرنے کی کوشش کیجئے۔ یہ کام کس طرح کیا جا سکتا ہے؟

میں آئندہ باب میں چھ اصول بتاؤں گا۔ وہی اس سوال کا بہترین جواب ہیں۔ مگر ان اصولوں پر عملدرآمد کے لیے زمین تیار کرنے کے طور پر آپ پہلے یہ کوشش کیجئے کہ آپ کے اندر اپنا کام انتہائی شوق اور ولولے سے انجام دینے کا پُر جوش جذبہ پیدا ہو۔

مجھے سینکڑوں اداروں کے سربراہوں سے اس موضوع پر طویل گفتگو کرنے کے مواقع ملے ہیں کہ وہ کس قسم کے ملازم یا کارکن پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں جو کچھ بتایا اس کا خلاصہ یا نچوڑ یہ ہے کہ ان کی نظروں میں وہی کارکن مالکان کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں جن میں بہتر سے بہتر کام کر کے دکھانے کا جذبہ پایا جاتا ہو۔

اعلیٰ قسم کے صنعتی اداروں کے سربراہ اہم محکموں کے افسرانِ اعلیٰ اور کارخانوں کے مالکان ہر وقت ایسے کارکنوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور اگر ایسے کارکن ہاتھ لگ جائیں تو ان کی بڑی قدر دانی کرتے ہیں۔

میں ان میں سے کئی کی باتیں آپ کو انہی کی زبانی سنواتا ہوں۔ یہ مسٹر وائس چیرلر ہیں انہیں موٹر سازی کا کام میں جو زبردست مہارت حاصل ہے۔ اس کی بنا پر انہیں اوٹوموبیل میگنٹ کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں۔

"میں کارکنوں کو شوق کے جوش میں دوڑ بھاگ کرتا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہوں، اس کی ایک گہری وجہ ہے اس دوڑ بھاگ کا گا کہوں پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے چنانچہ ہمیں زیادہ بزنس ملتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ مسٹر چرلز کارکنوں میں بہتر کام کے لیے جذبے کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں۔

یہ ایک ماہر تجارت مسٹر لی ولسن ہیں انہوں نے مجھ سے کہا " کام انجام دینا گاڑی؛ چلانے سے مشابہت رکھتا ہے۔ کام کی گاڑی کو وہ آدمی نہیں چلا سکتا جس میں کام کو انجام تک پہنچانے کا جذبہ موجود نہ ہو۔"

ایک اور ماہر تجارت مسٹر چارلز سروول ورتھ کی بھی لفظ بلفظ یہی رائے ہے۔ انہوں نے ایک کاروبار قلیل ترین سرمائے سے شروع کیا تھا مگر بہت جلد اس کی شاخیں سارے ملک میں قائم ہو گئیں۔

ایک کامیاب ترین کاروباری شخصیت روڈوالہم کہتے ہیں:
" کوئی بھی شخص جس میں کام کرنے کا جذبہ ہوگا وہ جس کام میں ہاتھ ڈالے گا کامیاب ہوگا۔"

اب یہ تو ظاہر ہی ہے کہ کوئی آدمی جو کام کرنا چاہتا ہو اسے انجام دینے کی کچھ نہ کچھ صلاحیت اس میں موجود ہو مگر جذبہ ہو تو آدمی رہ جاتا ہے۔

اقتصادی اور اخلاقی دونوں اعتبار سے وہی شخص کامیاب ہوتا ہے جس میں کام کرنے کا جذبہ یعنی شوق اور ولولہ ہو۔

اس طرح تجربے سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ باریک فنی کاموں میں بھی شوق اور ولولے ہی سے کار کشائی ہوتی ہے۔

سر وکٹر ایڈورڈ اپیل ٹن نوبل انعام یافتہ شخصیت ہیں۔ راڈار، اور عالمی نشریات کے آلے آپ ہی کی دریافتیں ہیں۔ انہوں نے ٹائم کے نامہ نگار کو انٹرویو دیتے ہوئے یہ حیران کن بات کہی۔

" میں سائنسی تحقیق کے کاموں میں کامیابی کے لیے شوق اور ولولے کو پیشہ

وارانہ مہارت سے بھی زیادہ ضروری سمجھتا ہوں۔"

اگر یہ بات کسی اور شخص نے کہی ہوتی تو یقیناً بڑی مضحکہ خیز معلوم ہوتی لیکن سرائپ ٹن جیسی بلند اور مستند شخصیت کے قول کی تردید کی جرات کسے ہو سکتی ہے۔ فرینک بے گرام امریکا کا مشہور ترین لائف انشورنس سلیز مین ہے اس نے سلیز مین شپ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کا نام ہے۔ "نا کامی کو کامیابی میں کیسے تبدیل کیا" اس موضوع پر کوئی اور کتاب اس سے زیادہ فروخت نہیں ہوئی۔ اس میں بیگر لکھتا ہے۔

"میں نے ۱۹۰۷ میں ایک ادارے میں ملازمت کی مگر چند ہی دن بعد اس ادارے کے منتظم اعلیٰ نے مجھے جو اددے دیا۔ اس نے کہا تم کاہل ہو۔ ریگ ریگ کر کام کرتے ہو اور رفتار بہت سُست ہے۔ میں تم کو یہاں کسی حالت میں نہیں رکھ سکتا۔ میں اس کی زبان سے یہ باتیں سن کر حیران رہ گیا۔ کیا میں واقعی ایک نکما انسان ہوں؟ میں نے خود سے سوال کیا جواب یہ تھا کہ میں سچ مچ نکما انسان ہوں یا نہ ہوں مگر اوروں کی نظروں میں ایسا ہی ہوں۔ کچھ عرصے بعد مجھے ایک اور ادارے میں ملازمت مل گئی۔ وہاں میں بڑے شوق اور ولولے سے کام کیا۔ چنانچہ ترقی ملتی چلی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے اس طرح کام کرنے سے سیل بڑھتی گئی تھی۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ اشیاء کی فروختگی میں سیز مین کے شوق اور ولولے سے کام کرنے کو بھی دخل ہوتا ہے"

اگر بے گرام کی زندگی کا نقشہ اس لیے بدل گیا کہ اس نے اپنے کام میں شوق اور ولولے کا مظاہرہ کیا تو شوق اور ولولہ آپ کی زندگی کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔

آپ خود کو ہر لمحہ یہ حقیقت محسوس کراتے رہیں کہ شوق اور ولولہ ہر انسان کے سامان سفر کا ایک لازمی حصہ ہیں جو عزائم رکھتا ہو ایسے آدمی کے لیے کٹھن سے

کٹھن کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔

امریکہ کے کامیاب تاجر مسٹر برٹ ہوف سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا "آپ اتنی زیادہ محنت کرتے ہیں۔ کیا آپ کو جسمانی تکان محسوس نہیں ہوتی۔"

اس تاجر نے جواب میں کہا۔

"مجھے اپنے کام سے دلی تعلق ہے اس لیے یہ مجھے کھیل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ جسمانی تکان کے بجائے ایک قسم کی فرحت محسوس ہوتی رہتی ہے۔"

بڑا ہوف اپنے کام سے کیوں نہیں اکتاتا تھا؟

وہ یوں نہیں اکتاتا تھا کہ اسے اپنے کام سے شغف تھا۔ یہ شغف شوق سے

پیدا ہوتا ہے اور جب اسے عملی شکل دی جائے تو ولولے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پس اگر آپ چاہتے ہوں کہ ترقی کریں اور ترقی کرتے ہی چلے جائیں تو

شوق پیدا کیجئے اور ولولے سے کام لیجئے۔ آپ کو چاہیے کہ یہ مہم آج ہی شروع کر

دیں۔ اس سلسلے میں یہ چھ اصول آپ کو بڑی مدد دیں گے۔

چھڑائیں اصول

یہ اصول بار بار کے تجربے سے کارگر ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے ان پر عمل درآمد کیا ترقی کر کے کامیاب ہوئے اور خوشحال انسان بنے۔

(۱) آپ کو جو کام دیا جائے اس کے بارے میں جملہ معلومات حاصل کیجئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کام کے سلسلے میں کوئی ایسی بات آپ کے علم میں آنے سے نہ رہ جائے جو آپ کو جانی چاہیے مگر آپ نہ جانتے ہوں۔

اس اصول کی وضاحت یہ ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی ادارے میں ملازمت کرتے ہیں تو یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وہ اس ادارے کی بڑی مشین کا ایک پرزہ ہیں اور ان کا کام صرف یہ ہے کہ جب انہیں حرکت دی جائے تو حرکت میں آجائیں ورنہ ساکت رہیں چنانچہ وہ مشین کی مجموعی حرکت سے کوئی تعلق پیدا نہیں کرتے۔

ایسے لوگ اس کام کی اہمیت سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں جو انہیں سونپا جاتا ہے۔ ان کا خیال یہی ہوتا ہے کہ انہیں روزانہ جو کچھ کرنے کا حکم دیا جائے اسے انجام دے کر اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کر دیں۔ وہ اس کے علاوہ اور کچھ جاننے یا سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

امریکہ میں یہ واقعہ بہت عرصے سے مشہور چلا آرہا ہے کہ دو مزدور کسی عمارت کی تعمیر میں ساتھ ساتھ کام کر رہے تھے۔ کسی نے پوچھا تم یہ کیا کر رہے ہو۔ ایک مزدور نے جواب دیا میں اینٹیں لگا رہا ہوں۔

مگر دوسرا بولا میں عمارت بنا رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں جو بات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اپنے کام کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنے سے اس کام کو انجام

دینے کا شوق بڑھتا ہے۔ مشہور صحافی ایچ جی ویلزن نے ایک جگہ لکھا ہے۔

ایک مرتبہ ایک ایسے مضمون کے لیے جو صرف پانچ سو الفاظ کا ہونا چاہیے تھا۔ میں نے برسوں تک مواد جمع کیا۔ یہ سارا مواد ایک مضمون کے کام نہیں آیا مگر میرے ذخیرہ معلومات میں بڑا زبردست اضافہ ہوا جو آگے چل کر مفید ثابت ہوا۔

امریکہ کے ایک سابق صدر نینن فرینکلن کو بچپن میں صابن سازی کے ایک کارخانے میں لگایا گیا۔ جو کام ملاوہ بہت گندہ اور میلا تھا اور جس کو ٹھڑی میں کام کرنا پڑتا تھا اس میں بدبو بلکہ تعفن بھی تھا مگر فرینکلن نے ان باتوں کی ذرا بھی پروا نہ کی اور وہاں رہ کر صابن سازی کے سارے گھر معلوم کے لیے۔ انہیں یہ تسلی تھی کہ ماحول تکلیف دہ اور ناخوشگوار ہے تو ہوا کرے، مجھے یہاں صابن سازی کے طریقے تو معلوم ہو رہے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے کارخانوں میں یہ دستور ہے کہ کارخانہ دار سیلز مینوں کو اپنی مصنوعات کی تیاری کے بارے میں پوسٹ کنندہ حالات بتا دیتے ہیں حالانکہ ان میں سے بہت تھوڑے حالات ایسے ہوتے ہیں جن کی فروخت اشیا کے سلسلے میں جاننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن سیلز مینوں کو اپنی مصنوعات کے بارے میں پوری اور مکمل واقفیت حاصل ہو جانے سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گاہکوں سے زیادہ سے زیادہ اعتماد کے ساتھ بات کرتے ہیں چنانچہ مصنوعات زیادہ مقدار میں فروخت ہوتی ہیں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ ہم کسی چیز کے بارے میں جتنا زیادہ جانتے ہوں گے اتنے ہی زیادہ اعتماد اور گر مجبوشی سے گفتگو کریں گے چنانچہ اگر آپ کو اپنے کام سے لگاؤ نہیں ہے تو اس عدم دلچسپی کی وجہ تلاش کیجئے۔ ہو سکتا ہے وہ وجہ یہی ہو کہ آپ کا اپنے کام کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہ ہوں۔

(۲) اپنا ایک مقصد یا ممد عام قرار کرنے کے بعد اس پر قائم رہیے۔ کوئی شخص جس مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہا ہو اس کے بارے میں اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کس نوعیت کا ہے اور جب اسے یہ معلوم ہو جائے تو اس کے حصول کے لیے حالات پر شکرے کی طرح جھپٹنا چاہیے۔ ایسا شخص ناکامیوں اور رکاوٹوں سے بدل نہیں ہوا کرتا۔ اس کا حوصلہ ہر حال میں بلند رہتا ہے۔

ایک عظیم کامیاب شخصیت لائڈ جارج نے ایک جگہ لکھا ہے۔

"اگر تمہیں ترقی کرنی ہے تو پہلے یہ فیصلہ کرو کہ کیا کرنا ہے، پھر اس کو انجام دینے کے لئے سر دھڑکی بازی لگا دو۔"

انگریزی زبان کے مشہور شاعر کولرج کا یہ حال تھا کہ وہ کوئی کام پورا ہی نہ کرتا تھا۔ اس کی بیشتر نظمیں ادھوری ہیں وہ اپنی قابلیتوں کو منتشر کر دیتا تھا۔ وہ بے تعبیر خوابوں کی دنیا میں رہتا تھا۔ ہر موقع پر یہی ہوتا تھا کہ کوئی شاہکار بڑے جوش اور ولولے سے شروع کیا مگر آگے چل کر اسے ناکام چھوڑا اور کوئی اور کام شروع کر دیا۔

اس کی موت کے بعد چارلز ایمپ نے اپنے ایک دوست کے نام خط لکھا:

"کولرج کا انتقال ہو گیا ہے اور سنا گیا ہے کہ اس نے چالیس ہزار مقالے چھوڑے ہیں مگر ان میں اس ایک بھی مکمل نہیں ہے۔"

آپ اپنے ذہن میں اپنے مقاصد اور ارادوں کی وضاحت کیجئے اور ناممکن کامیابیوں کے خواب دیکھنے کے بجائے معین اور واضح مقصد کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد کیجئے۔

(۳) اپنے حالات کے بارے میں روزانہ خود سے باتیں کیا کیجئے شاید یہ اصول آپ کو طفلانہ معلوم ہو مگر دنیا کے بعض کامیاب ترین افراد اسی پر عمل پیرا رہے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق اس طرح جوش اور ولولے میں اضافہ ہوتا ہے،

فرانس میں ایک نامی گرامی آدمی کیلین برون گزارا ہے۔ وہ کسی زمانے میں گھر گھر پھر کر مختلف ایشیا فروخت کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک جگہ لکھا ہے۔

"میں روزانہ گشت پر نکلنے سے پہلے خود سے باتیں کیا کرتا ہوں اس خود کلامی سے کئی مسائل بہ آسانی حل ہو جاتے ہیں۔"

ہم میں سے بیشتر افراد اس طرح زندگی گزارتے ہیں کہ وہ غفلت کی نیند سوئے رہتے ہیں۔ اس خواب غفلت سے چھٹکارا پانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر روز خود سے باتیں کر کے احساسِ فرض کو بیدار کیا جائے۔

(۴) خود کو اس طرح سوچنے کا عادی بنایا جائے کہ مجھے دوسروں کی خدمت کرنی ہے۔

ارسطو نے ایک جگہ لکھا ہے۔

"میں ہر انسان کے لیے روشن خیال خود غرضی لازمی سمجھتا ہوں۔ اس قسم کی خود غرضی بڑی ضروری ہے۔"

صرف وہی لوگ کام کرنے سے اکتاتے ہیں جو روشن خیال خود غرض نہیں ہوتے بلکہ محض خود غرض ہوتے ہیں انہیں یہ فکر رہتی ہے کہ جو کام ان کے ہاتھ میں ہے اسے جلد سے جلد پیٹ کر گھر کی جانب بھاگ کھڑے ہوں۔ ایسے افراد کی ایک آنکھ کام پر ہوتی ہے تو دوسری گھنٹے کی سونیوں پر۔ یہ بڑی غلط ذہنیت ہے، کارکنوں کو روشن خیال خود غرض ہونا چاہئے یعنی انہیں اپنے مفاد کے ساتھ ساتھ مالکان کے مفاد کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ یہ جذبہ خدمت ہے۔ اس سے کام اچھا اور زیادہ کرنے کی لگن بڑھتی ہے۔

کارکنوں کو تو روشن خیال خود غرضی کے باوجود معاوضہ ملتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو معاشرے کی بلا معاوضہ خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے ہوئے

ہیں۔ انہیں مالی فائدے کی بالکل پروا نہیں حالانکہ وہ خود غرضی سے کام لیں تو اس خدمت کے معاوضے میں کافی رقم کما سکتے ہیں۔

خود غرضی حیوانوں کا شیوہ ہے۔ یہ جنگلی پن ہے۔ جنگلی پن کے طور پر یقیناً ایک محدود عرصے تک ہی کامیاب ہوتے ہیں اس سے آگے نقصان دہ ثابت ہونے لگتے ہیں۔ کیا یہ صورت حال کہ لوگ ہماری طرف امداد طلب ہاتھ بڑھا رہے ہیں اس سے بہتر نہیں کہ وہ ہم سے ناراض یا برہم ہو کر ہمیں اڑنگے مار مار کر گرانے کی کوشش کریں؟

(۵) شوق اور ولولہ رکھنے والے انسانوں سے ملنا جلنا چاہئے اور ان سے میل جول بڑھانا چاہئے۔ ان کا کچھ نہ کچھ اثر آپ پر بھی ضرور پڑے گا۔
ایمرسن نے ایک جگہ لکھا ہے:-

"میں ایسے انسان تلاش کرتا رہتا ہوں جو مجھے متاثر کر کے مجھ سے وہ کام انجام دلوائیں جن کی تکمیل کا میں اہل ہوں"

دوسرے الفاظ میں ہر انسان کو ایک صحیح قسم کی تحریک درکار ہوتی ہے اور شوق اور ولولہ والے انسان دوسروں کو یہ تحریک فراہم کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کے ساتھ میل جول قائم کرنا چاہیے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے دل میں ولولوں کے چراغ روشن ہو جائیں تو اس پر ایسے لوگوں کے اثرات پر نے دیجئے جو بیدار مغز ہوں اور زندگی کے ممکنات سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہوں۔ ایسے زندہ افراد ہر ملک، ہر قوم اور ہر طبقے میں موجود ہوتے ہیں آپ ان کا کھوج نکالیں، ان سے رسم و راہ بڑھائیے اور ان کے اثرات قبول کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کے دماغ میں خواہش ترقی بجلی کی طرح کوندنا شروع کر دے گی۔

انگریزی زبان کے ایک کتاب Five great Rules of Business (تجارت کے پانچ عظیم اصول) میں کتاب کے مصنف مسٹر پرسی ایچ وائٹنگ نے یہ نصیحت کی ہے۔

"ان انسانوں سے دور بھاگیے جو ہر وقت منہ پھلائے رہتے ہوں دنیا سے بیزار ہوں، زندگی سے مایوس ہوں اور چوچوے پن کا مظاہرہ کرتے رہتے ہوں۔ ان لوگوں کے سینے عمل کی گرمی سے خالی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ روزمرہ کے اہم اور ضروری کام بھی وبال سمجھ کر ہی انجام دیتے ہیں۔"

(۶) خود کو شوق پیدا کرنے اور ولولے سے کام کرنے پر مجبور کیجئے۔ آپ میں یہ اوصاف پیدا ہو جائیں گے۔ یہ قول ایک فلسفی کا ہے جو میرے پیدا ہونے سے پہلے سے ہارورڈ یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اس کا نام ولیم جیمز ہے اور وہ فلسفہ کا مسلمہ استاد ہے۔ وہ کہتا ہے۔

"اگر آپ چاہتے ہوں کہ آپ میں کوئی خاص جذبہ پیدا ہو تو اس طرح کی حرکتیں شروع کر دیجئے جیسے یہ جذبہ آپ کے دل و دماغ میں پہلے سے موجود ہے اس طرح آپ پر وہ جذبہ لازمی طور پر طاری ہو جائیگا۔" ایک کامیاب تاجر نے بھی اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے کہا "اگر آپ خوش رہنا چاہتے ہوں تو مسرت کا جذبہ اپنے اوپر طاری کر لیجئے۔ اسی طرح اگر آپ کی خواہش یہ ہو کہ آپ میں شوق اور ولولہ پیدا ہو تو صاحب شوق اور ولولہ انگیز انسانوں جیسی حرکتیں شروع کر دیجئے"

گفتگو کا خلاصہ

اپنی زندگی کا کوئی مقصد معین کیجئے۔ جب مقصد معین کر لیں تو اس کے حصول کے لیے بھرپور جدوجہد کیجئے۔

جب ایک مقصد حاصل ہو جائے تو کوئی اور مقصد سامنے رکھ لیجئے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کر دیجئے۔

خود کو شوق اور ولولہ کی اہمیت سمجھائیے اور ایسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھے جو شوق اور ولولہ رکھتے ہوں۔

اپنے کام کے بارے میں پوری معلومات حاصل کیجئے۔ جو مقصد سامنے رکھ لیا ہو اس پر قائم رہیے۔ خود سے روزانہ باتیں کیا کیجئے۔

خدمت کا جذبہ بیدار کیجئے۔ خود غرضی سے کام نہ لیجئے۔ آپ اس کتاب کو یہاں تک پڑھ چکنے کے بعد سوال کریں گے کہ زندگی کا کوئی مقصد معین کرنے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد کرنے کی بات سر آنکھوں پر مگر یہ بھی تو بتائیے کہ یہ مقصد کس طرح معین کیا جاتا ہے کیا اس کی بھی کوئی خاص سائنسی طریقے یا قاعدے یا اصول وغیرہ ہیں؟

اس سوال کا باب میں تفصیل سے بتایا ہے کہ زندگی کا مقصد معین کرنے کے عملی طریقے کیا ہیں۔ یہ سائنسی تجربات کے نتائج کی طرح بے خطا ہیں۔ آپ ان طریقوں کو برت کر اپنی زندگی کا صحیح ترین مقصد معین کر سکتے ہیں۔

مقصد زندگی معین کرنیکا سائنسی طریقہ

اس طریقے کی کئی مرحلے ہیں۔ ان میں سے پہلا مرحلہ یہ ہے کہ آپ رات دن اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، کام یا آرام کرتے، غرض ہر حال میں یہی سوچیں کہ آپ کو ترقی کرنی ہے۔

اس مرحلے کی بنیاد اس حقیقت پر رکھی گئی ہے کہ خیالات ہی انسانی زندگی اور دنیا کے ہر معاملے کی بنیاد ہیں۔

جب آپ کچھ دنوں یا مہینوں تک ہر حال میں یہی سوچتے رہیں گے کہ آپ کو ترقی کرنی ہے تو آپ کا ذہن ترقی کے سلسلے میں قطعی فیصلہ کر لے گا کہ ترقی کے بغیر زندگی بے معنی ہے۔

لیکن جہاں یہ حقیقت ہے کہ خیالات زندگی بلکہ ہر معاملے کی بنیاد ہیں، وہیں یہ بھی ہے کہ محض خیالات سے کچھ نہیں بنتا۔ انہیں عملی شکل دینا ضروری ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خیال کو عمل سے رابطہ ہونا چاہیے۔ اس کے لیے آپ کو ایک عملی سبق پڑھنا پڑے گا۔

پنسل اور کاغذ (نوٹ بک بہتر رہے گی) لے کر بیٹھ جائیں اور ترقی کرنے کے خیالات کو اپنے دماغ سے کاغذ پاتا رہیں۔ اس سلسلے میں آپ کو جو بھی خیال آئے اسے تحریر میں لے آئیے۔ اس طرح ترقی کی ان تجاویز کا ایک غیر منظم مجموعہ تیار ہو جائے گا۔ جو آپ کا دماغ پیش کریگا۔

اس کام کے سلسلے میں یہ ضروری نہیں کہ آپ اسے ایک ہی دن ایک ہی نشست میں مکمل کر لیں۔ اسے روزانہ تھوڑا تھوڑا کر کے بھی ختم کیا جاسکتا ہے، بلکہ حقیقت میں یہ طریقہ زیادہ مفید رہے گا کیوں کہ آپ کے ذہن ہر نئے دن کے تازہ بتازہ اثرات کے تحت نئی تجاویز سامنے لاتا رہے گا۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی

ضروری ہے کہ آپ یہ کام روزانہ باقاعدگی سے انجام دیں۔ اس کے لیے دن میں صرف ایک گھنٹہ وقف کر دیجئے اور اس گھنٹے کے دوران تمام وقت اپنے ذہن کو ترقی کی تجاویز سوچنے کی علاوہ اور کچھ نہ سوچنے دیجئے۔ یہ تجاویز اپنی نوعیت کے اعتبار سے دو طرح کی ہوں گی۔ آپ کا دماغ آپ کو ترقی کی صلاح یا تو اس لیے دے گا کہ وہ بعض مرغوب چیزیں ساز و سامان اور ذرائع آسائش چاہتا ہے یا وہ ایک یا ایک سے زیادہ ایسے عزائم یا خواہشات یا ارمان رکھتا ہے جن کی تکمیل کے بغیر اسے چین نہیں آسکتا۔

آپ اس کی تمام تجاویز کو بلا حیل و حجت قرطاس پر اتار لیجئے۔ یہاں تک کہ عہد طفلی کے پر ارمان خوابوں اور شکستہ اُمیدوں، پختہ عمر کی مثالی زندگی گزارنے کی آرزو ہائے تشنہ، پوشیدہ عزائم اور ارادوں، شعور کی گہرائیوں میں نیم خفتہ نیم گنتہ تمناؤں، غرض ذہن کی تجویز کردہ ہر بات کو تحریر میں لے آئیے۔

ایسا کرنا اس لیے ضروری ہے کہ پر خلوص خواہش کبھی ناقابل عمل نہیں ہوا کرتی۔ آپ کو جو کچھ حاصل کرنے کی دلی خواہش ہے۔ وہ بشرط کوشش کبھی نہ کبھی، کسی نہ کسی طرح اور کہیں نہ کہیں ضرور حاصل کر لیں گے۔

حصول مقصد کی راہ میں جو چیز حائل ہوتی ہے وہ قوت حصول کی کمی نہیں بلکہ خواہشات کی باہمی کش مکش ہوا کرتی ہے۔ بیشتر انسانوں کے دلوں میں بے شمار خواہشات، ارادوں، عزائم، رجحانات اور توقعات کا طوفان بے تمیزی برپا رہتا ہے۔ وہ ان کے خیالات کو بیک وقت مختلف سمتوں کی جانب کھینچتی رہتی ہیں۔ اس طرح ان کی وہ قوت جس کے بل پر وہ ترقی کی راہ پر تیزی سے آگے بڑھ سکتے ہیں اس کش مکش اور کھینچاؤ میں ضائع ہو جاتی ہے۔

عملی سبق کے اس مرحلے کا مقصد یہ ہے کہ آپ پر اپنے دماغ کی تمام

خواہشات واضح ہو جائیں تاکہ آگے چل کر آپ ان میں سے اپنی واحد خواہش کا انتخاب کرنے کے بعد اپنی جملہ قوتیں اور صلاحیتیں اس کے حصول پر صرف کر سکیں۔
اب آپ اپنی تمام چھوٹی بڑی خواہشات کی فہرست اپنے سامنے رکھ کر اپنے ذہن سے یہ سوال دریافت کیجئے۔

کیا میں واقعی ترقی کرنا چاہتا ہوں یا مجھے ترقی کا شوق ہی شوق ہے؟ آپ کو خود سے اس سوال کا جو بھی جواب ملے وہ ایماندارانہ اور صحیح ہونا چاہیے۔ اس کام میں اور کوئی آپ کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکے گا۔ صرف آپ اپنے مددگار ہونگے۔ آپ کا جواب آپ کے مستقبل کا فیصلہ ہوگا۔

شاید ایسا ہوا کہ آپ اس سوال کا جواب فوری طور پر نہ دے سکیں اگر یہ صورت ہو تو بھی گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، آپ اس میں کئی ہفتے بلکہ کئی مہینے بھی لگا سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا سوال کا ایماندارانہ جواب فراہم کرنا آسان کام نہیں، پھر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کی فراہم میں عجلت بھی نہیں کرنی چاہئے۔ اگر آپ نے وقتی جوش و خروش یا کسی اور شخص کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے خود کو غلط جواب دے دیا تو آپ ترقی کرنے میں ناکام ہو جائیں گے۔

اس کو تاہی سے بچنے کے لیے ایک ترکیب کیجئے۔ اپنے خصوصی اوصاف خاص اور مخصوص صلاحیتوں، نیز خداداد قابلیتوں کی ایک فہرست تیار کیجئے۔ اس کی تیاری میں آپ کسی ایسے دوست یا رشتے دار سے مدد لے سکتے ہیں جو آپ سے خوب اچھی طرح واقف ہو۔ شاید وہ آپ کو آپ کی بعض ایسی خوبیاں بتا دے جن سے آپ ابھی تک واقف نہ ہوں۔

اس قسم کی ایک اور فہرست اپنی تعلیمی و تربیتی قابلیتوں اور صلاحیتوں کے متعلق بھی تیار کر لیجئے۔

ان فہرستوں کو بار بار پڑھتے رہیے۔ ان کے چند بار کے مطالعے سے آپ کو اس سوال کا صحیح ترین جواب فراہم کرنے میں آسانی ہو جائے گی کہ آیا آپ حقیقتاً ترقی کرنی چاہیے ہیں یا آپ کی ترقی کی خواہش سوڈا واٹر کے ابال کی مانند ہے۔

اس سلسلے میں چند اشارے ہم بھی دے سکتے ہیں۔ بیشتر جوان مردوں اور عورتوں کے نزدیک ترقی کا مطلب ہوگا کوئی اچھی تنخواہ کی ملازمت حاصل کرنا۔ اگر آپ کی عمر چالیس سے نیچے ہے تو آپ ترقی کو زندگی بھر کا کام سمجھیں گے، یعنی ترقی کرنا آپ کی زندگی کا واحد مقصد ہوگا، آپ ڈاکٹر وکیل، مدرس، سیلز مین، اکاؤنٹنٹ، ٹھیکیدار، انجینئر، دلال، آرٹسٹ مصنف، موسیقار وغیرہ بننے کے خواہش مند ہوں گے۔ یا اگر آپ کے پاس سرمایہ موجود ہے تو آپ اس میں اضافے ہی کو اپنا مقصد زندگی بنانے کی خواہش رکھتے ہوں گے۔

بہر حال مقصد زندگی کے تعین کے طریقے کا پہلا مرحلہ یہ ہے۔ اسکی تکمیل کے لیے آپ کو ذیل کا نقشہ بنانا ہوگا۔

میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے

میں چاہتا ہوں	جاننا چاہتا ہوں	کرنا چاہتا ہوں	ہونا چاہتا ہوں	دینا چاہتا ہوں
۱۔ صحت	۱۔ اپنا کاروبار	۱۔	۱۔ قومی الجنت	۱۔ ہمدردی
۲۔ دولت	۲۔ اپنا پیشہ	۲۔	۲۔ دانا	۲۔ خیرات
۳۔ مجلسی زندگی	۳۔ فطرت نسائی	۳۔	مشہور	خدمت
۴۔ زرین مواقع	۴۔ سائنس کی کوئی شاخ	۴۔	پرشش	دوستی
۵۔ مرغوب طبع کام	موسیقی آرٹ یا ادب	۵۔	پر خلوص	مشورے
۶۔ مضبوط قوت اردوی	رفقار تمدن	۶۔	دور بین	تعاون
۷۔ عزائم پسندی	روحانیت	۷۔	آزاد	خوشی
۸۔ داد و تحسین	دماغ کی قوتیں	۸۔	معاہدہ فہم	سرت
۹۔ شہرت	خانداری	۹۔	متوازن	فہم
۱۰۔ اثر و رسوخ	تربیت اطفال	۱۰۔	کار آمد	صداقت
۱۱۔ قناعت	مقصد زندگی	۱۱۔	خوش و خرم	محبت
۱۲۔ مثالی گھر	اپنی ذات کا علم	۱۲۔	عظیم	

اس کے اندراجات کو بغور پڑھئے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ کا ذہن جو کچھ آپ سے تحریر کرائے وہ من و عن یہی ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس نقشے کے اندراجات آپ کی دلی خواہشات کے مظہر نہ ہوں تاہم آپ ان سے اپنے کام کی تکمیل میں مدد لے سکتے ہیں۔ ایسے اندراجات جن کا آپ پر اطلاق نہ ہوتا ہو، یکسر قلم زد دیجئے۔ ایک کالم پورے کا پورا خالی چھوڑ دیا گیا ہے، اس میں آپ اپنی دیگر خواہشات درج کر سکتے ہیں۔ یہ کام آپ کو کسی اور کی امداد اعانت کے بغیر خود انجام دینا چاہئے۔ اب مقصد زندگی معین کرنے کے سائنسی طریقے کا آخری مرحلہ آتا ہے۔

جب نقشے کے پانچوں کالموں کی خانہ پُری ہو جائے تو ہر کالم کا جداگانہ مطالعہ

کھینچنے اور غیر ضروری اندراجات کو قلم زد کرتے چلے جائیں اور صرف اس مد کو باقی رہنے دیجئے جو آپ کے نزدیک ضروری ہو اس طرح آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی مقصد زندگی کیا ہے۔

مثال کے طور پر آپ کو دولت، علم موسیقی، شہرت اور تبلیغ صداقت میں کشش محسوس ہوتی ہے مگر آپ کو ان میں سے ایک کو بطور مقصد زندگی چننا ہے کیوں کہ یہ مد میں ایک دوسرے کو کاٹتی ہیں اور آپ ان سب کے حصول کو ایک ساتھ مقصد زندگی نہیں بنا سکتے۔ موسیقار لوگ امیر نہیں ہوتے، امیر لوگ کسی جن سے شاذ و نادر ہی واقف ہوتے ہیں۔ مشہور لوگوں کا مبلغین صداقت ہونا ضروری نہیں۔ صداقت گفتار ہمیشہ دشمن پیدا کرتی ہے جو مخالف کو بدنام کرتے رہتے ہیں۔

آپ کو دولت، موسیقی، شہرت اور تبلیغ صداقت میں سے اس مد کو مقصد زندگی بنانا پڑے گا جس میں آپ کے لیے زیادہ سے زیادہ کشش ہو۔ یہی صورت دیگر مدوں کے سینٹوں کے سلسلے میں قابل عمل ہوگی۔

حصول مقصد کچھ مشکل نہیں

مقصد زندگی کے کامیاب تعین کے طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک مد چننی جائے اور وہ مد ایسی ہونی چاہیے جس کے بغیر آپ رہ ہی نہ سکتے ہوں۔ ناکامی خواہشات کی کش مکش کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اگر آپ کسی ایک خواہش پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں تو آپ کو ناکامی نہیں ہو سکتی۔ کوئی بلند نصب العین سامنے رکھ کر کوئی ایک مقصد زندگی معین کر لیجئے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد شروع کر دیجئے۔ آپ ترقی کے راستے پر دوڑنے لگیں گے اور پھر دنیا کی کوئی طاقت آپ کو روک نہ سکے گی۔

ہر انسان کی تقدیر یہی ہے کہ وہ جس چیز کا سب سے زیادہ خواہشمند ہو وہ اسے

ضرور ملے گی۔ منطق اور انصاف کا فیصلہ بھی یہی ہے اگر اسے ناکامی ہوتی ہے تو شاید لاشعوری طور پر وہ ناکامی ہی چاہتا ہوگا۔ اسکا لاشعور اسے کامیابی سے دور رکھنے کا خواہشمند ہوگا چنانچہ اسے ان کاموں سے غفلت برتنے پر مائل کرتا رہتا ہوگا جن سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ رُوحانی دنیا میں ایک قانونِ ثقل کام کرتا ہے اسکی رُو سے خواہشات یکساں قسم کی تمام چیزوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ اگر آپ ذرائع ترقی کو اپنی جانب کھینچنے میں ناکام ہیں تو اس کی وجہ یہی ہوگی کہ آپ کی خواہشات منفی ہیں۔ آپ اس صورت حال کو پٹ دیں۔ آپ کی خواہش کے مثبت شکل اختیار کرتے ہی ذرائع ترقی آپ کی جانب کھینچنے لگیں گے۔

پہلے خود کو پہچانئے

مقصد زندگی معین کرنے کے بعد اس کے حصول کی جدوجہد کا پہلا سبق یہ ہے کہ آپ مقصد حاصل ہونے کا عملی ترکیبیں آزمانی شروع کر دیجئے۔ یاد رکھیے ہر چند ہر چھوٹی بڑی کامیابی کسی خیال، تصور یا خواب پر مبنی ہوا کرتی ہے مگر اس خواب کو عملی حقیقتوں کے ساتھ مربوط کرنا پڑتا ہے ورنہ یہ مایوس کن بن کر رہ جاتا ہے چنانچہ یہ ضروری ہے کہ انسان جو کام کر رہا ہو اس کے عملی تقاضوں کو ہر وقت پیش نظر رکھے ورنہ خواب حقیقت کی شکل اختیار نہ کر سکے گا البتہ اگر حصول مقصد کی جدوجہد میں کامیابی بھی حاصل ہو جائے تو اس کے بعد بھی اس حقیقت پسندانہ رویے کی وجہ سے اس کے قدم جھے رہیں گے۔

اس کا صحیح ترین طریقہ یہ ہے کہ آپ حصول مقصد کی جدوجہد شروع کرتے ہی اس کی ماہیت کو پوری طرح سمجھنے کی بھرپور کوشش کریں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ آپ اس کا قریب ترین سے مکمل اور مفصل جائزہ لیں بالکل اسی طرح جس طرح ہم کسی انسان کے چہرے مہرے کی شناخت کرنے کے لیے اسے اپنے سامنے بیٹھا کر اس کو

غائر نظر سے دیکھتے ہیں۔

آپ کو اپنے مقصد کے حصول کی مہم شروع کرنے سے پہلے اس پر پوری طرح غور کرنا چاہئے، اس کی مضمرات کو سمجھنا چاہئے اور اسکے سلسلے میں پیش آنے والی تمام مشکلات اور دشواریوں سے نمٹنے کے لیے پہلے ہی سے تیار ہو جانا چاہئے۔

یہ ایک ٹھوس عملی کام ہے اس لیے اس کے لیے تحریری ہدایات دے دینا کافی نہیں۔ میں آپ کو عملی طریقہ بتاتا ہوں۔

اس موقع پر آپ کو تنہائی کی ضرورت ہوگی۔ کوئی گوشہ تنہائی تلاش کر کے اس میں بیٹھ جائیے اور غور طلب معاملے کے تمام پہلوؤں پر گہری اور پھر پھر پور نظر ڈالنے کے لیے پورے سکون اور اطمینان کے ساتھ سوچ بچار کیجئے۔ اس سوچ بچار کے لیے وقفے یا وقت کی قید نہ لگائیے۔ آپ کو اس کام میں کافی وقت صرف کرنا چاہئے اور اس موقع پر بالکل تنہا ہونا چاہئے۔

آپ اپنے موجودہ ماحول سے نکل کر کم از کم ایک ہفتے بلکہ ایک مہینے کسی ایسی جگہ میں گوشہ نشین رہیں جو زیادہ سے زیادہ خاموش اور پرسکون ہو اگر آپ کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو جہاں کوئی آپ کی سوچ بچار میں خلل انداز نہ ہو سکتا ہو۔

اس پرسکون مقام کی تنہائیوں میں جب آپ اپنے مسئلے کو رُو در رُو دیکھیں گے تو ہو سکتا ہے کہ یہ بہت کچھ بدلا ہوا نظر آنے لگے۔ اصل میں تبدیلی مسئلے اور اس کی نوعیت میں نہیں ہوگی بلکہ آپ کا انداز نظر خود اصلاحی کی وجہ سے بدل جائے گا۔ یہ حصول مقصد کی مہم کے سلسلے میں آپ کی پہلی کامیابی ہوگی۔

اس کے بعد آپ دوسری کامیابی حاصل کرنیکی تیاری کریں۔ یہی کامیابی اس معاملے کا ام ترین مرحلہ ہوگی کیونکہ اسے حاصل کرنے کے لیے انسان کو اپنے کردار کا مکمل جائزہ لینا پڑتا ہے، اسے اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کو غور و فکر کے ترازو میں

تولنا ہوتا ہے اور اپنی خواہشات، قوتوں، کمزوریوں پر قوتوں سے زیادہ توجہ دینی پڑتی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کے لیے زندگی میں کبھی نہ کبھی اس قسم کا موقع ضرور آیا ہے جب اسے حالات سے مجبور ہر کر یا کسی اچانک حادثے سے چونک جانے کی وجہ سے یہ کام لازمی طور پر کرنا پڑتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ آپ کو روزمرہ زندگی کے پُر ہنگامہ ماحول سے دور ہو کر اپنی اندرونی آوازوں کو ہوش کے کانوں سے سننا ہے۔ یہ آوازیں آپ کے نام آپ کو پوشیدہ قوتوں کے پیغامات ہوں گے۔ ان کا موضوع یہ ہوگا کہ کس طرح اگر آپ کو اپنے فہم کی اصلاح مقصود ہے۔ اگر آپ حصول مقصد کی حقیقی لگن رکھتے ہیں، اگر آپ پیش نظر مسئلے کے صحیح خدوخال دیکھنے کے لیے بے قرار ہیں تو سکون اور خاموش غور و فکر کے ان لمحات میں اپنے خدشات اور خوف کو اپنے سے دور کر دیجئے، اپنی اندرونی کش مکش کو ختم کر ڈالیے اور کامل یکسوئی سے زیر مہم مقصد کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیجئے۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اگر آپ نے ان پیغامات کی جانب صحیح توجہ دی تو آپ کا راستہ اس سے آگے صاف اور بے رکاوٹ ہوگا جس سے آپ اگلے اقدامات کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

آپ کچھ بننا چاہتے ہیں۔ آپ کچھ کر کے دکھانا چاہتے ہیں۔ آپ دنیا میں ایک بامقصد زندگی گزارنا چاہتے ہیں یہ خواہش بڑی نیک بلکہ مقدس ہے۔ یاد رکھیے آپ کو اس خواہش سے کسی حالت میں دستبردار نہیں ہونا ہے ہر بار جب آپ اپنے گوشہء تنہائی میں غور و فکر میں مشغول ہوں ایک پنسل اور کاغذ یا نوٹ بک اپنے قریب رکھیے۔ بعض خیالات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ ہوں ہی دماغ میں ابھریں انہیں گھسیٹ کر کاغذ پر اتار لینا چاہیے۔ ورنہ وہ چھلاوے کی طرح قنائب ہو جاتے

ہیں۔

اس قسم کے خیالات دماغ میں پیدا کرنے کے لیے اپنے دماغ پر زیادہ سے زیادہ زور ڈال کر اسے اپنے مقصد زندگی پر مرکوز کیجئے۔ یہ مقصد ایک سہانا خواب ہے جو آپ کے دماغ ہی نے دیکھا ہے۔ وہی آپ کو اس کے بارے میں مزید روشنی فراہم کر سکتا ہے۔ آپ اپنی قوت ارادی کے دباؤ سے اپنے دماغ کو مجبور کیجئے کہ وہ آپ کو اس مقصد کی ماہیت سمجھنے میں زیادہ سے زیادہ امداد دے۔ آپ کا اپنے دماغ سے مطالبہ بالکل جائز بھی ہوگا اور ایک عملی تقاضا بھی۔

معائنہ خودی

معائنہ قلب کی طرح کبھی کبھی معائنہ خودی بھی کرنا چاہیے۔ آپ خود سے سوا کیجئے۔ تم نے اسی مقصد زندگی کیوں بنایا ہے؟ جب آپ خود سے سوال کر رہے ہوں اس وقت آپ کو اپنے وجود سے بالکل الگ ہونا چاہیے۔ اسی طرح آپ کو اس سوال کا جو جواب مل رہا ہو اس میں مداخلت یا دخل اندازی بھی ہرگز نہ کیجئے۔

آپ اپنے دل سے اگلا سوال یہ کیجئے کہ تمہارے مطالب کیا ہیں؟ کیا یہ سرتاسر خود غرضانہ ہیں یا تم اپنا بھلا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عزیز و اقربا یا قوم کا بھی کرنا چاہتے ہو؟

مثال کے طور پر ہم ایک محدود سادہ اور فوری عزم کو زیر غور لاتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ ایک موٹر کار حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ یہ کوئی مذموم یا بُری خواہش نہیں ہے۔ یقیناً ہر انسان کو یہ خواہش کرنے کا حق حاصل ہے کہ اسے آرام و آسائش کا سبب پسند سامان حاصل ہو اور اسے اپنی اس خواہش کی تکمیل کی لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

اب اگر ہم اس خواہش کو پرکھ کر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ یہ شخص خود غرضی پر مبنی ہے یا اس کی تہ میں اوروں کی خدمت کا جذبہ بھی کام کر رہا ہے تو ہم سب سے پہلے یہ دیکھیں گے کہ یہ شخص کس قسم کی کار حاصل کرنے کا خواہشمند ہے اگر ہمیں یہ معلوم ہو کہ وہ بڑھیا قسم کی بہترین میک کی کار چاہتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اس کی نمائش کرے گا اور اس نمائش سے اپنے ہمسایوں کو مرعوب کرے گا یا کاروں کی ریس میں اپنے مخالفوں کو نیچا دکھائے گا یا اس کے بل بوتے پر معاشرے کے اُونچے طبقوں میں مرعوب گن مقام حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

اگر اس شخص کی کار رکھنے کی خواہش کی تہ میں اسی قسم کا کوئی مقصد کام کر رہا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اس کا مقصد شخص خود غرضانہ ہے۔ یہ گھٹیا درجے کا مقصد حاصل کر لینے کے بعد بھی وہ ترقی نہ کر سکے گا۔ یہ کار اس کی زندگی کے لیے حیات پرور ہونے کے معاملے میں اتنی ہی بے مصرف ہوگی جتنا بے مصرف پانی ملا ہوا دودھ انسانی جسم کے لیے ہوتا ہے۔

اس کے برعکس۔ اگر یہ شخص اپنی کاروباری ضرورتوں کی کسی ایسی تکمیل کے لیے کار کا خواہشمند ہے جس کے بعد اس کے گاہکوں یا معاملہ داروں کو مزید آسانیاں حاصل ہو جائیں گی یا وہ اپنے عزیز و اقربا کو محض تفریح طبع کے لیے کار میں قابل دید مقامات کی سیر کروانی چاہتا ہے یا خدمت خلق کا کچھ کام ایسے ہیں جو کار ہونے کی حالت میں زیادہ سہولت سے انجام دینے جاسکتے ہیں تو پھر اس کی خواہش بالکل بجا ہے اور اس کا دل اس خواہش کی تکمیل کے سلسلے میں اسے یقیناً کارآمد اشارے دے گا۔

یہ کوئی شاعرانہ یا روحانی یا فلسفیانہ بات نہیں ہے بلکہ محض روزمرہ کا ایک نفسیاتی مسئلہ ہے اگر کسی چیز کی خواہش کرنے والا اس پر یقین رکھتا ہے کہ اس کی یہ

خوابش ایک جائز خوابش ہے تو پھر وہ صدق دل سے اس خوابش کی تکمیل کے لیے ضرور کوشاں ہوگا اور صدق دلانہ کوشش نصف کامیابی ہوتی ہے۔

اب آپ اپنے دل سے اپنے مقصد زندگی کے بارے میں اگلا سوال کیجئے۔
کیا اس مقصد کے حصول سے میں ترقی کروں گا؟

آپ اپنے خیالات کو چند لمحوں کے لیے ان مردوں اور عورتوں کی جانب موڑیے جن سے آپ خوب اچھی طرح واقف ہیں یا مل چکے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہوں گے جنہوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں اور قوتیں اس قسم کا ساز و سامان اکٹھا کرنے میں ضائع کی ہوں گی جن کی اہمیت اور افادیت وقتی یا ہنگامی ہوتی ہے۔ وہ بیش قیمت کپڑوں، زیورات، معاشرے میں نمود و نمائش اور بعض حالتوں میں غیر مخلص دوستیوں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ زندگی سے تپ زدہ انسانوں کی طرح گھبرائے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ ہر سراپ اور فریب کو حقیقت سمجھ کر اس کے پیچھے دوڑتے ہیں اور سایوں کا تعاقب کرتے رہتے ہیں۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ٹھنڈے دماغ سے یہ نہیں سوچتے کی زندگی میں حقیقی اہمیت اور قدر و قیمت رکھنے والی کون سی چیزیں ہیں اور انہیں حاصل کرنے کے صحیح طریقے کیا ہیں۔

ایسے لوگ اپنے تصورات اور قوت فکر سے کام لے کر آغاز میں انجام کی فکر نہیں کرتے۔ وہ بچوں جیسے ذہن رکھتے ہیں چنانچہ نا پختہ خیالات رکھنے کی وجہ سے ایسی چیزوں کی طرف متوجہ رہتے ہیں جو کھلونوں کی طرح ناپائیدار ہوتی ہیں۔ انسانوں کی لیے ابتدا ہی میں یہ جان لینا بے حد ضروری ہے کہ کھلونے اور اوزار یا ہتھیار میں کیا فرق ہوتا ہے۔

صحیح قسم کے انسانوں کو چیزیں نہیں بلکہ چیزیں حاصل کرنے کی طاقت اور صلاحیت اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ اگر آپ میں یہ طاقت اور صلاحیت موجود ہے تو آگے بڑھیے، اپنے عزائم سے موقع پیدا کیجئے اور منزل کی جانب روانہ ہو جائیے لیکن اگر اس راستے پر کچھ دُور ہو جانے کے بعد آپ یہ محسوس کریں کہ آگے راستہ بند ہے تو اس وقت جہاں ہو وہیں رُک جائیے۔ کیونکہ راستہ روکنے والی دیوار سے سر ٹکرانے سے کچھ حاصل نہیں ہوا کرتا۔ آپ سمجھ لیجئے کہ یہ راستہ اختیار کرنے میں آپ نے غلطی کی۔ فوراً اُلٹے قدموں واپس ہو کر لوٹ آئیے۔ ہر عزم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ آپ کو کوئی خدمت انجام دینے کا موقع ملے یا آپ کی جسمانی و دماغی نشوونما کی رفتار تیز تر ہو جائے یا آپ خود کو تعلیم و تربیت دے سکیں یا آپ کو اپنی خودی کے اظہار میں آسانی ہو یا آپ اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کے قابل ہو جائیں۔ یا آپ کو خود مختاری یا آزادی عمل حاصل ہو جائے۔ اگر آپ کو کسی ارادے کی تکمیل کی جدوجہد میں مندرجہ بالا فائدوں میں سے کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا ہے تو یہ جدوجہد تقیناً غلط سمت میں کی جارہی ہے۔ اسے فوراً ختم کر دیجئے۔

ہر قسم کی جدوجہد کے دوران میں چشم پینا یا تصویر کی آنکھ سے کام لیجئے اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ کسی گوشے میں آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیے اور اپنے عزم کے تقاضوں پر ذہن مرکوز کر دیجئے۔

ایسے موقعوں پر جسم کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دینا چاہیے۔ ایسے بن جائیے جیسے آپ کامل بے فکری کی حالت میں آرام کر رہے ہیں۔ اسے ماہرین صحت کی اصطلاح میں ریلیکس کرنا یا ستانا کہتے ہیں۔

اس حالت میں تصور کیجئے کہ آپ نے اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے اپنے ذہن میں اپنی اس حالت کا نقشہ کھینچے جو مقصد حاصل ہو جانے کے بعد ہو سکتی ہو جو باتیں

ایک شخص کے ذہن میں ہوتی ہیں اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں درمیان میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آپ نے حالات کا جو نقشہ اپنے ذہن میں قائم کر رکھا ہوگا ان سے مختلف حالات کافی تعداد میں اس وقت پیدا ہو جائیں گے جب آپ منزل مقصد کے بالکل قریب ہوں گے۔ اگر یہ صورت پیدا نہ ہوئی تو آپ کو اس مرحلے میں جدوجہد کرنے کے دوران ہی یہ بھی اندازہ ہوگا کہ اب مقصد کے حصول میں کتنی دیر ہے۔

ان تمام باتوں کا تصور اس وقت کرنا ضروری ہے جب آپ حصول مقصد کے سفر پر روانہ ہو رہے ہوں۔ شاید اس کام میں کافی وقت صرف ہو اور اس پر توجہ مرکوز کرنے میں کافی ذہنی طاقت بھی خرچ کرنی پڑے لیکن اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ کا حصول مقصد کا سفر آسان ہو جائیگا۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ خود سے یہ سوال پوچھنیے کہ آیا آپ کی مقصدی خواہش آپ کے احساسات کی مظہر ہے؟ کیا اس ایک بوند میں پورا دریا نظر آرہا ہے؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ اس سے آپ کے وہ اندرونی تقاضے پورے ہو جائیں گے جن کی پکار یہ ہے کہ آپ اپنی قابلیت، صلاحیت، خوابوں، تمناؤں، ارادوں اور ذہنی وجسمانی قوتوں کو بروئے کار لائیں۔

اگر آپ کو خود سے ان سوالات کے مثبت جوابات ملیں تو پھر اور کسی قسم کی یقین دہانی کی ضرورت ہے نہ تردد کی۔ زمانہ ایسے افراد کے آگے جھکتا چلا آیا ہے جن میں انفرادیت اور احساس خودی ہو۔ آپ ایسے ہی خوش قسمت فرد ہیں۔ مستقبل کی دشواریوں، نا دیدہ رکاوٹوں، آنے والی مشکلات اور نا آزمودہ قوتوں کی پرواہ نہ کیجئے۔

انسانی کمزوریوں اور چھوٹے پن کو اپنے تصور ترقی میں سے نکال کر پھینک دیجئے۔ ہر دور کے عظیم انسانوں کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے ایک سوئی کے ساتھ منزل مراد پر پہنچنے کی دوڑ شروع کر دیجئے۔ خود آپ اپنے مشیر اور صلاح کار بن

جائیے۔ اپنی قیادت خود کیجئے۔ اپنے بہترین دوست خود بنیے اور دوسروں کی آرا کا بالکل اثر نہ لیجئے۔

اپنے مقصد پر نظر ثانی کے اس کام میں آپ کو خود رائی نہیں بلکہ سمجھ بوجھ سے کام لینا چاہئے۔ آپ جو کام کرنا چاہتے ہوں اس کے سلسلے میں اپنے تجربے اور عمر کا لحاظ ضرور کیجئے۔

مثال کے طور پر اگر آپ کی عمر پچاس برس کی ہے اور آپ کو اداکاری، مصوری یا موسیقی کا سابقہ تجربہ نہیں ہے تو اس صورت میں مذکورہ فنون میں سے کسی ایک فن میں کمال حاصل کرنے کا مقصد بے معنی ہے کیوں کہ آپ کی فطری صلاحیتیں کتنی ہی زبردست کیوں نہ ہوں آپ کی عمر اور تجربے کا فقدان اس مقصد میں کامیابی کی راہ میں اٹل رکاوٹیں ہیں۔

میرا مقصد یہ بتانا ہے کہ آپ اپنا مقصد زندگی معین کرتے وقت اپنے سابقہ تجربے اور عمر کا لحاظ ضرور رکھیں۔

اسی طرح اگر آپ ترقی کی وسیع میدان میں بلا مقصد دھاوے مارنا چاہتے ہیں۔ لیکن آپ کے خاندانی حالات آپ کے کسی معمولی قسم کے کام میں مصروف رہنے کا تقاضا کر رہے ہیں تو آپ اپنے ضمیر سے پوچھئے کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ اور اس کا جو کچھ فیصلہ ہو اس پر عمل کیجئے۔ مگر ضمیر کو اس معاملے پر غور کرنے کی پوری آزادی ہونی چاہئے اور آپ کو ضمیر کے فیصلے پر بھی عقل کی روشنی میں غور کر لینا چاہئے۔

بہر حال آپ خود سے وفا کیجئے، اپنے دل و دماغ کے وفادار رہیے۔ فطرت کے اصولوں سے رُوگردانی نہ کیجئے کیوں کہ ان اصولوں سے ہٹ کر اور کوئی صحیح راستہ نہیں ہے غرض جو کچھ کرنا ہو کھلی آنکھوں اور پختہ یقین کے ساتھ کیجئے۔ مایوسی سے

بچنے اور اس کام کے لیے پیش بنی سے کام لیجئے۔



توجہ مقصد پر مرکوز کرنے کا عمل

جب آپ منصوبہ بندی اور دیگر تقاضے (جن کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے) پورے کرنے کے بعد یہ اطمینان کر لیں کہ آپ کا معین کردہ مقصد معقول ہے اور آپ کے لیے اس کا حصول زندگی کا سب سے زیادہ ضروری کام ہے تو گویا آپ اگلے قدم کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ یہ قدم ذہن کی تعمیر ہے۔ بعض انسانوں میں یہ وصف ہوتا ہے کہ وہ جب آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو ذہن کے پردے پر ان چیزوں کی واضح تصویریں دیکھ لیتے ہیں جو اس وقت ان کے ذہن میں ہوتی ہیں۔ یہ وصف مطلوبہ اشیاء حاصل کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔

واضح ذہنی تصویریں بنا سکنے کے عمل سے اندرونی عقل یعنی بصیرت کو پیغام بھیج کر اس کی امداد شامل حال کی جاسکتی ہے اور یہ اندرونی عقل ہر انسان میں ہوتی ہے۔ اس کے متعدد کاموں میں سے ایک کام یہ ہے کہ یہ ان باتوں کا جو آگے چل کر کہنے کی ضرورت ہو۔ ایک واضح خاکہ پیش کر دیتی ہے۔ ان باتوں کا اعادہ ذہن میں آئی ہوئی چیزوں کے حصول میں معاون ہوتا ہے۔ عقلمند لوگوں کا کہنا ہے کہ کسی چیز اور اس چیز کی ضرورت کے انسانی تقاضے میں وہی تعلق ہوتا ہے جو لوہے اور مقناطیس میں پایا جاتا ہے۔

آپ کو اپنی روزمرہ کی مصروفیات کا نقشہ اس قسم کا بنانا چاہیے کہ کچھ دیر تک یکسو ہو کر اپنے ذہن کی ان تصویروں پر توجہ مرکوز کر سکیں۔ اس دوران میں اپنی کامیابی کا کوئی تصور بھی آپ ضرور قائم کر سکیں گے۔

آپ یکسوئی کے لیے جو وقت مقرر کریں وہ اپنے حالات اور روزانہ کاموں کی نوعیت پر خوب اچھی طرح غور کرنے کے بعد مقرر کرنا چاہیے تاکہ کوئی اور کام یا بات آپ کی یکسوئی میں خلل انداز نہ ہو۔ اس وقت یا وقفے میں آپ کو بالکل تنہا

اور پرسکون ہونا چاہیے۔ کم سے کم تین منٹ تک کسی گوشہ تنہائی میں اس طرح بیٹھے رہئے جس طرح تاریخی کتابوں کے مطابق گوتم بدھ گیان دھیان میں بیٹھا کرتے تھے۔ یہ وقفہ شام کے وقت ہو تو بہتر رہے گا۔ گوشہ تنہائی آپ کا اپنا کمرہ، یا کسی باغ کا کوئی گوشہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر اس قس کی جگہ میسر نہ آئے تو شام کو چہل قدمی کے دوران دماغ کو یک سو کر کے اس کام پر لگا سکتے ہیں اور اگر آپ کو شام کی چہل قدمی کے لیے بھی وقت نہ ملتا ہو تو دفتر یا کارخانے یا کام پس سے گھر واپس آتے ہوئے راہ میں آپ یہ کام کر سکتے ہیں۔

یہ بات ایک بار پھر ذہن نشین کر لیجئے کہ آپ یہ کام کس طرح انجام دیں گے اپنے ذہن میں ہر اس خیال کو داخل ہونے سے روک دیجئے جو آپ کے مقصد زندگی سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو اور اپنی دلی خواہش کی تکمیل یا کامیابی کی ذہنی تصویریں تصور کی آنکھوں سے دیکھنی شروع کر دیجئے۔ اپنی تصویر ذہن کے پردے پر ابھارینے۔ اس وقت کی تصویر جب آپ ترقی کی منزلیں ایک ایک کر کے طے کر رہے ہوں گے، یہاں تک آپ خود کو ایک مکمل طور پر کامیاب وجود کی شکل میں نظر آنے لگیں۔ یہ تصویر ایک خاکہ ہوگی۔ اس میں رنگ آپ خود بھریں گے۔ اپنی قوت متخیلہ کو اس بات کی پوری آزادی دے دیجئے کہ وہ آپ کے خواب کو پوری قوت سے آراستہ کرے آپ انہیں جذباتی یا خیالی باتیں ہرگز نہ سمجھیں۔ یہ ایک خاص سائنسی طریق کی تفصیلات ہیں۔

جب آپ اس طریق کار پر عمل پیرا ہوں گے تو آپ دیکھیں گے۔ کہ آپ کی خیالی تصویر روز بروز زیادہ مکمل ہوتی جا رہی ہے۔ مگر اس ذہنی عمل کا ایک فوری عملی اثر بھی ہوگا۔ آپ کے روزمرہ کے لگے بندھے کاموں میں آپ طرز عمل اس سے ترقی کن انداز سے متاثر ہوگا۔ آپ میں پہلے سے زیادہ خود اعتمادی پیدا ہو جائے گی۔

اس سے پہلے سے بہتر کام کرنے لگیں گے۔ آپ کے تعلقات مثبت اور کامیاب قسم کے ہوتے چلے جائیں گے۔ آپ ہر معمولی سے معمولی کام بھی انتہائی خوبی سے انجام دیں گے آپ کے ہاتھوں حالات خود ایسے کام کروائیں گے جو رفتہ رفتہ آپ کی کامیابی کی تعمیر کرتے چلے جائیں گے۔ غرض اس طریق کار پر عمل کرنے سے آپ کا انداز فکر و عمل کامیاب انسانوں جیسا ہو جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ روزانہ صرف تیس منٹ تک اس طریقے پر عمل درآمد کتنا مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

مثال کے طور پر فرض کیجئے کہ آپ شہر کے باہر کسی صاف ستھری نئی آبادی میں مکان کی خواہش رکھتے ہیں۔ اگر آپ نے ابھی تک اس مکان کے لیے پلاٹ نہ خریدا ہو۔ تو بھی آپ کس ایسے مکان کا نوٹو حاصل کر لیجئے جو آپ کو پسند کے مطابق تعمیر شدہ ہو۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے اپنے دماغ میں تصور قائم کیجئے کہ آپ کس طرح آراستہ کریں گے۔ ایک نوٹ بک میں اس آراستگی کے متعلق خیالات اور تجاویز درج کرتے جائیں۔ اخبارات میں فرزنگ کے سامان کے اشتہارات شائع کرنے والی کمپنیوں سے خط و کتابت شروع کر دیجئے۔ رسائل میں ایسے مضامین ڈھونڈ ڈھونڈ کر بغور پڑھیے جو گھر کی آرائش کے موضوع پر ہوں۔ ایسے لوگوں سے تعلقات پیدا کیجئے۔ جو نئے مکانات تعمیر کرنے کے ارادے رکھتے ہوں یا کر رہے ہوں۔ ان سے گر کی باتیں معلوم کرتے رہیں اور ان کو اپنی نوٹ بک میں وقت ضرورت عمل کی غرض سے درج کرتے جائیں اس طرح نیا مکان تعمیر کرنے کے بارے میں آپ کی دماغی طاقتیں برسر کار رہیں گی۔ آپ اس ترکیب پر عمل کر کے دیکھئے۔ اس سے جو نتائج برآمد ہوں گے ان پر آپ حیران رہ جائیں گے۔

ذہن کو اپنے مقصد پر مرکوز رکھنے کی ایک اور عملی ترکیب سیٹھیے۔ یہ ایک آزمودہ ترکیب ہے۔ آپ اسے اپنے مقصد زندگی کے حصول کی مہم میں بہت کارگر پائیں

گے۔

ایک کلاک لیجئے جو بڑی تیزی سے ٹک ٹک کرتا ہو، اسے اپنی خوابگاہ کے اندر اپنے بستر کے قریب کسی جگہ رکھ لیجئے، اسے صرف رات کے وقت چلنا ہوگا۔ جب آپ بستر پر دراز ہوں تو ہر اعتبار سے ترقی کر رہا ہوں۔ یہ الفاظ سرگوشی میں دہراتے رہیں۔ یہاں تک کہ آپ کی سرگوشی آپ کی زبان سے آپ کے دماغ میں منتقل ہو جائے۔ اس وقت تک آپ کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو چکی ہوں گی۔ اب آپ اپنی توجہ کلاک کی طرف منعطف کیجئے اور اس کی ٹک ٹک یہ کہتی ہوئی سنائی دے گی۔ میں روز بروز ہر اعتبار سے ترقی کر رہا ہوں۔ یہ الفاظ آپ کے دماغ میں بحالت خواب نیند کے اس مرحلے میں بھی جبکہ اور سب خیالات دماغ سے مٹ چکے ہوں گے، ہر لمحہ زیادہ ترقی کرنے کے عزم کو بیدار رکھیں گے۔ اس طرح ترقی کرنے کا خیال دیگر خیالات سے علیحدہ ہو کر ایک جداگانہ حیثیت حاصل کر لے گا۔ یہ عمل ذہن و دماغ سے متعلق اس قانون کے مطابق ہوگا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک انسان کے خیالات میں سے جو خیال دیگر خیالات سے نمایاں تر حیثیت حاصل کر لیتا ہے وہی اس کی زندگی کا مقصد اولیٰ بن جاتا ہے۔

اب ہر چند یہ عمل بڑا اہم ہے لیکن یاد رکھیے یہ صرف ایک ذہنی عمل ہے یعنی اسے انجام دینے کے لیے صرف دماغ کو کام پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ کو دیگر قوائے جسمانی سے وہ کام انجام دیتے رہنا چاہیے جو آپ پر فرض ہوں۔ دنیا میں کامیابی کا ہی سے کبھی حاصل نہیں ہوئی۔ آپ کے دماغ کے علاوہ ہاتھ پاؤں بھی ضرور حرکت میں لانے چاہئیں۔

مخالفت برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کیجئے۔

ترقی کے زینے پر چڑھنے والے مخالفتوں، دشمنیوں، اعتراضات بلکہ قاتلانہ حملوں تک کا نشانہ بنائے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ آپ کیساتھ بھی ہوگا اور آپ کے مقصدِ زندگی معین کرنے کے بعد اس کے حصول کی جدوجہد شروع کرتے ہی دنیا اپنا کام بھی شروع کر دے گی آپ کو اس کا مقابلہ ہمت اور حوصلے کرنا چاہیئے اور ایسا کام کرنے کے دوران خوش ہونا چاہیئے کہ دنیا کی نظروں میں آپ نے ترقی کی منزل کی جانب بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ لوگ آپ کو جتنا زیادہ ترقی پذیر دیکھیں گے اتنی ہی زیادہ رکاوٹیں آپ کی راہ میں حائل کریں گے اس لیے آپ ان کی مخالفت کو اپنی رفتار کا برو میٹر سمجھ کر کام کریں۔ یہ بھی کچھ کم دلچسپ مشغلہ نہیں ہے۔ منزل پر پہنچ کر آپ کو جو راحت ہوگی اس میں دنیا کی مخالفت کے باوجود کامیابی کے خیال سے مزید حلاوت پیدا ہو جائے گی۔ انسان کو اس کی خلقت کے لحاظ سے جنگجو بنایا گیا ہے۔ زندگی جنگ کرنے، کش مکش میں غالب آنے، مشکلات کی کلائی مڑوڑنے اور ایک فاتح کی طرح جینے کا دوسرا نام ہے، یہی زندہ رہنے کا حقیقی مزہ ہے۔ نرم زندگی جس میں سب کچھ بلا مشقت اور بغیر کش مکش کے مل جائے جمادات اور نباتات کی زندگی ہے۔

پس آپ وہ عمل جاری رکھیں جو اوپر بتائے گئے ہیں۔ خود پر مکمل اعتماد رکھیں۔ اپنی ذات کو مثبت خیالات کا محور بنائیں، اپنے عزم، اپنے کام اور اپنی تقدیر سب کو مثبت رنگ دیجئے۔ کسی منفی خیال کو دماغ کے اندر داخل نہ ہونے دیجئے۔ یہ مایوسی کی تخم ریزی کرے گا۔ یقین رکھیں کہ صرف مثبت خیالات زندگی بخشتے ہیں۔ منفی خیالات مرگ کے نمائندے ہیں۔ انسانی دماغ کے اندر ان کا داخلہ ممنوع ہونا چاہیئے۔ البتہ مخالفت کا خیر مقدم کیجئے۔ اس سے آپ میں مزید کام کا ولولہ پیدا ہوگا۔

مشکلات پڑیں تو خوش ہونا چاہیے۔ ان سے قوت عمل مضبوط ہو جاتی ہے۔ وقتی یا ہنگامی ناکامی پر مسکرائیے۔ یہ آہندہ کامیابیوں کے لیے سنگ میل ثابت ہوگی۔ اپنا سر اُونچا رکھیں۔ سینہ تانے رہیں، کمر ہمت ہر وقت بندھی رہنی چاہیے۔ صحت ہر حالت میں اچھی رکھیں اور سوجھ بوجھ میں کبھی فرق نہ آنے دیجئے۔

یاد رکھئے جو کام جتنا بڑا ہوتا ہے اتنی ہی اس کی رفتار شروع میں سست ہوتی ہے۔ اسی طرح جو مقصد جتنا بلند ہوتا ہے اس کا حصول اتنا ہی دشوار ہوگا۔ ترقی کر کے اپنی زندگی کو کامیاب بنانا تمام مقاصد کے حصول سے زیادہ دشوار کام آپ کے لیے بالکل آسان ہو جائے گا۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی بات یہ ہے:

اپنے دماغ اور جسم کو اس حقیقت سے ہر لمحہ آگاہ رکھیں کہ آپ کی راہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں حائل ہوں گی اور آپ کا فرض ہوگا کہ انہیں راستے سے ہٹائیں۔ ہر جدوجہد کی ایک بنیاد رکھی جایا کرتی ہے۔ ترقی کر کے کامیابی حاصل کرنے کی جو جدوجہد آپ شروع کر رہے ہیں اس کی بنیاد مخالفت برداشت کرنے کا حوصلہ اور راستے کی رکاوٹیں دور کرنے کا پختہ عزم ہیں۔

ابتدا میں اس قسم کی جدوجہد کی رفتار ترقی بہت سست ہوا کرتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات ایسا معلوم ہونے لگتا ہے جیسے کچھ بھی نہیں بن رہا لیکن آپ کو یقین رکھنا چاہیے کہ آپ کامیاب ہوں گے، اچانک، اتنے اچانک کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ آپ کی کوشش بار آور ہو جائیں گی۔

دوسری قبل غور بات یہ ہے:

خود اعتمادی میں اضافہ کیجئے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ ہر وقت خود کو اپنے کامیاب ہونے کا یقین دلاتے رہیں۔ دوسرا طریقہ ایسے شخص کے ساتھ وقت

گزارنا ہے جو آپ کا پرانا دوست ہو، آپ کی عادات و خصلات سے خوب اچھی طرح واقف ہو، آپ سے محبت یا آپ کا احترام کرتا ہو اور اسے آپ کی صلاحیتوں پر اعتماد ہو۔

اگر آپ اس شخص کو اس پر آمادہ کر لیں کہ وہ آپ کی ہر وقت حوصلہ افزائی کرتا رہے اور آپ کو کامیابی کا یقین دلاتا رہے تو گویا آپ آدھا معرکہ مہر کر لیں گے۔ تیسری۔ قابل غور ہی نہیں قابل عمل بلکہ لازمی طور پر عمل طلب بات یہ ہے: ایسے لوگوں کے سوانح عمریوں کا مطالعہ بغور کرتے رہیں، جنہوں نے آپ کی طرح مقصد زندگی معین کر کے اس کے حصول کے لیے جدوجہد کی اور اس میں کامیاب ہو گئے۔

آپ دیکھیں گے کہ ان کی راہ میں جو رکاوٹیں حائل ہوئیں وہ قریب قریب اٹل تھیں مگر انہوں نے ان رکاوٹوں کو راستے سے ہٹا دیا۔

اس سے میرا مقصد یہ نکتہ آپ کے ذہن نشین کرنا ہے کہ آپ کو اپنا ایک فلسفہ زندگی وضع کر لینا چاہیے۔ اس کی مدد سے آپ تمام دشواریوں کو باسانی عبور کر جائیں گے۔

ان دشواریوں کو راستے سے ہٹانے کی ایک عملی ترتیب سنیے۔ آپ تجربے کر کے یہ معلوم کیجئے کہ آپ کے عزائم کی ترقی کو کون سی چیزیں روکتی ہیں اور کون سی اس میں معاون ہوتی ہیں۔

یہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے رہن رہن کے ڈھنگ، گفتگو کرنے کے طور طریق، سوچنے کے انداز، محسوس کرنے کے ڈھب، اشیائے زندگی کی ضرورت پوری کرنیکے اسلوب، جسم کی کارکردگی، دل و دماغ اور روح ان سب کا راستہ موانع سے صاف کر ڈالیں تاکہ آپ کا ہر کام، ہر بات ہر کوشش حتیٰ کہ ہر تصور بھی آپ کو

روکنے کے بجائے آگے کی طرف لے جائے۔ یہ کام کسی قدر پیچ دار بلکہ بوجھل بھی نظر آتا ہے لیکن اصل میں ایسا نہیں ہے۔ آپ اسے شروع کر کے دیکھیں۔ یہ آپ کو ایک کھیل معلوم ہوگا بشرطیکہ آپ اس میں حقیقی طور پر دلچسپی لیں۔

اس کی ایک نفسیاتی وجہ یہ ہے کہ آپ کے خیالات احساسات اور افعال آپ کے منصوبہ، حصول ترقی کے لیے وہی حیثیت رکھتے ہیں جو شطرنج کے مہرے اس کی بازی کے لیے رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو شطرنج کی بازی جیتنی ہو تو مہرے کو اس صحیح مقام پر رکھنا پڑے گا۔

جب آپ اپنی کام کرنے، سونے اور ورزش کرنے، کھانا کھانے نہانے اور سوچنے کی عادات سے واقف ہو جائیں گے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کی بعض باتیں آپ کے لیے سخت مضر ہیں اور آپ ان پر عمل کر کے اپنی قوتوں کو زائل کر رہے ہیں دراصل ان سب کا قوتوں کے تحفظ کے عمل سے بڑا قربی تعلق ہے، ان میں سے جو غلط ہیں ان کی اصلاح کر کے آپ اپنی بہت سی قوت ضائع ہونے سے بچالیں گے۔ موجودہ حالت میں یہ آپ کی ناواقفیت کی وجہ سے ضائع ہو رہی ہے۔ چوتھی بات بظاہر معمولی اور پیش پا افتادہ معلوم ہوتی ہے مگر یہ بھی ترقی کی مہم میں کامیابی کے لیے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ یوں ہے کہ آپ کے لیے صحت کا تحفظ بھی زندگی کے ضروری کاموں میں سے ایک ہے۔

میں مانتا ہوں کہ متعدد اشخاص خرابی، صحت اور کسی جسمانی نقص کے باوجود مقصد زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اچھی صحت کامیابی کی تلاش میں ایک اہم معاون کا کام کرتی ہے۔ اس کی کھلی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کی صحت اچھی ہوگی تو آپ کو اس کی ضرورت ہوگی۔ پس صحت مند زندگی کے اصولوں اور قاعدوں کا گہرا مطالعہ کرتے رہیں۔ کام انتہائی محنت سے کیجئے مگر

کافی آرام اور نیند بھی ضرور لیجئے۔ خوراک ضرورت سے زیادہ نہ کھائیے۔ پانی اور دیگر مانع اشیا ضرورت سے زیادہ نہ پینے کا خیال رکھیے۔ البتہ اپنی جسمانی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق ضرور کھاتے پیتے رہیے۔ اس کے علاوہ آپ جس قسم کا کام کر رہے ہوں اسکی ضرورتوں اور تقاضوں کے مطابق خوراک کی طرف خاص توجہ دیجئے۔

اگر آپ زیادہ وقت بیٹھ کر کام کرتے ہیں تو باقاعدگی سے جسمانی ورزش کیجئے۔ پیدل پھرنا سب سے ملکی اور عمدہ ورزش ہے۔ ان بُری عادات سے چھٹا چھڑائیے جو آپ کی رفتار ترقی کو سُست کر سکتی ہوں یا کر رہی ہوں۔ اس معاملہ میں بھی معائنہ خودی کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ معائنہ اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ پنسل کاغذ لے کر بیٹھ جائیے اور معلومہ نکات کا اندارج کرتے جائیے۔ جب یہ سب آپ کے حلقہء معلومات میں قید ہو جائیں تو ان کا یکنخت صفایا کر ڈالیے۔

آپ اپنی بُری عادتوں میں مندرجہ ذیل کو ضرور شامل پائیں گے۔

(۱) بیش قیمت وقت تفریح کے نام پر بے کار ضائع کرنا۔

(۲) ایسے دوستوں کے ساتھ رہنا جو دوستی کے پردے میں دانستہ یا نادانستہ

آپ کو نقصان پہنچا رہے ہوں۔

(۳) غیر تعمیری کاموں اور سرگرمیوں میں مصروف رہنا۔

(۴) مثبت اور تعمیری کاموں کو وبال سمجھنا۔

(۵) لا پرواہی برتنا۔

(۶) فضول خرچی کرنا۔

(۷) روپیہ پس انداز نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

پانچویں بات یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی کو آرگنائز یا منظم کریں اس کا طریقہ یہ

ہے کہ آپ اپنی زندگی کا ایک نظام مرتب کریں۔ یہ کام انجام دینے کے دوران آپ ان غلطیوں سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو دوسرے لوگوں سے سرزد ہوتی رہی ہوں۔

اس کے لیے آپ کو ان افراد کا بڑے غور سے مشاہدہ کرنا چاہیے جن سے آپ کو ملنے کے مواقع حاصل ہوں۔ ان کے حالات زندگی معلوم کیجئے۔

ان پر غور و خوض کیجئے آپ کو صاف نظر آجائے گا کہ انہوں نے کہاں کہاں غلطیاں کیں یا ٹھوکریں کھائیں یا کسی معاملے میں انہیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے تھا جو انہوں نے اختیار نہ کر کے نقصان اٹھایا۔

اسی طرح کامیاب انسانوں کے حالات اور ان کے طرز عمل پر غور کر کے ان سے بھی اپنے لیے نتائج اخذ کیجئے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے کامیاب انسانوں کے واقعات اور خودنوشت سوانح خاص الخاص آپ کی غرض پوری کریں گے۔

دنیا کے کامیاب انسانوں نے جس طرح زندگی کا سفر شروع کیا جس طرح راہ کی دشواریوں اور رکاوٹوں کو دُور کیا جس طرح مخالفوں اور نکلے چینوں کے منہ بند کیے اور جس طرح اپنی منزل مراد پہنچ کر ہی دم لیا۔ یہ سب باتیں آپ کے حواس و ہوش کی آنکھیں کھول دیں گی۔ آپ کو اپنا سفر زندگی شروع کرتے وقت ان باتوں کے وقوف سے بے اندازہ فائدہ ہوگا کیونکہ آپ اس مقام سے یہ سفر شروع کر رہے ہوں گے جس پر انہوں نے اپنا سفر ختم کر دیا تھا۔

چھٹی بات یہ ہے:

اپنے پیشے یا لائن کے بارے میں آپ کی معلومات اپ ٹو ڈیٹ یعنی تازہ ترین ہونی چاہئیں۔ بعض پیشے ایسے جن میں گزشتہ پچاس برس میں کوئی خاص ترقی نہیں کی گئی ہے آپ اپنے پیشے کے ماحول پر گہری نظر ڈال کر معلوم کیجئے کہ آیا کہ آپ کا پیشہ

انہی پیشوں میں سے ایک تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو اسے جلد از جلد چھوڑ کر کوئی اور پیشہ اختیار کر لیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو مقصد زندگی کے حصول میں کایاب نہ ہو سکیں گے۔

اگر آپ یہ فیصلہ کریں کہ آپ کا پیشہ ترقی کن ہے۔ تو پھر خود سے یہ سوال کیجئے۔

(۱) کیا اپنے پیشے اور اس پیشے کے اس خاص کام کے بارے میں جو اس وقت کر رہا ہوں کوئی اور شخص مجھ سے زیادہ جانتا ہے؟
اگر اس کا جواب یہ ہو کہ کوئی شخص یا اشخاص آپ سے زیادہ واقف یا ماہر ہیں تو پھر آپ کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے کہ اس شخص کا قریب سے گہرا مشاہدہ و مطالعہ کریں۔
آپ کو اپنی زندگی کی منصوبہ بندی بھی کرنی چاہئے۔ یہ ساتویں ضروری بات ہے۔ یہ منصوبہ بندی کرتے وقت مندرجہ ذیل چار مددوں کو بطور خاص پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۱) اشخاص

(۲) حالات

(۳) طریقے

(۴) آپ کی اپنی شخصیت

اشخاص سے مراد ایسے لوگ ہیں جو آپ کو بطور مددگار یا معاون یا شرکائے کار درکار ہوں گے۔

آپ کو اپنے کام یا پیشے کے تقاضوں کو مد نظر رکھ کر سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ آپ کو جو لوگ درکار ہیں وہ کس قسم کے ہونے چاہیں۔ امیر؟ بارسوخ؟ خصوصی ماہرین؟ دانا؟ ٹیکٹ یعنی سو جھ بوجھ رکھنے والے؟ ہمدرد؟ حساب کتاب

میں طاق؟ ان تھک جسمانی طاقت کے مالک؟ روحانی لوگ؟ یا کوئی خاص ذاتی جوہر رکھنے والے؟

اپنے حالات، مزاج اور پیشے کے تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ آپ کے لیے ان میں سے کون سے مناسب ہیں۔ پھر ایسے لوگوں کی تلاش کر دیجئے اور جب کوئی حسبِ مطلب شخص دستیاب ہو جائے تو اس کے ساتھ مشترک مفاد کی بنیاد پر پختہ ترین تعلق قائم کر لیجئے۔ اس تعلق کی کامیابی کا انحصار اس امر پر ہوگا کہ فریقِ ثانی کو آپ کے نیک نیت اور صلاح معاملہ ہونے کا یقین ہو جائے۔ آپ کو اسے یہ یقین ہر قیمت پر دلانا چاہیئے اور اس سلسلے میں کسی کوشش یا قربانی سے دریغ کرنا چاہیئے۔

یا آپ اپنے موجودہ حالات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا رہے ہیں یا نہیں اٹھا رہے ہیں؟ کیا آپ اپنے حالات سے نالاں ہیں؟ کیا آپ ان سے نفرت کرتے ہیں؟ کیا آپ انہیں چاہتے ہیں کہ ان حالات میں زندگی بسر کریں حالات کے سلسلے میں ان سوالات کے صحیح جوابات حاصل کر کے ان پر غور کرنا ایک ضروری کام ہے۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہر قسم کے حالات سے نالاں رہتے ہیں اور اپنی ناکامی کے لیے ہر وقت بُرے حالات کو الزام دیتے رہتے ہیں۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ بُرے حالات بھی اکثر بہترین مواقع فراہم کر دیتے ہیں کیوں کہ ایک انسان کو زندہ رہنے کے لیے جنگ کرنی پڑتی ہے۔ اور ضرورت کی پیدا کردہ یہ کش مکش غیر متوقع کامیابی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ ہر تاریک گوشے میں کوئی نہ کوئی سنہری موقع آنکھوں سے اوجھل پڑا ہوتا ہے اگر آپ کا ہاتھ اس تک پہنچ جائے تو حالات کا نقشہ بدل جائیگا آپ جو کچھ کر رہے ہیں اور آپ کے پاس جو کچھ ہے انہی سے یہ

فیصلہ ہوگا کہ کل آپ کیا کر رہے ہوں گے اور آپ کے پاس کیا کچھ ہوگا۔

عادی ناکام آدمی کی طرف سے عادتاً کی گئی شکایت یہ ہوا کرتی ہے مجھے زندگی میں کچھ کر کے دکھانے کا کوئی موقع نہیں ملا۔

مگر اس کے برعکس ثابت قدم کامیاب آدمی ہمیشہ یہی کہتا ہے۔ میرا پاس کچھ بھی نہیں تھا مگر میں نے پھر بھی کامیابی حاصل کر لی۔

(۳) آیا زندگی میں آپ کا طریق کار یا رد عمل سائنسی ہے؟ کیا یہ جدید نظریات پر مبنی ہے؟ کیا آپ فضول خرچی سے دامن بچاتے ہیں؟ کیا آپ اوروں سے زیادہ تیز رو ہیں؟ کیا کسی فرد یا افراد کو آپ سے مل کر مسرت حاصل ہوتی ہے؟ کیا آپ کے خیالات میں ندرت ہے؟ آیا آپ زبان و بیان پر اتنی قدرت رکھتے ہیں کہ اپنے خیالات کو پوری واضح کر دیتے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آپ اپنے آباؤ اجداد کی شکستہ اور بد حال یادگار بن کر رہ گئے ہیں؟ کہیں آپ اپنے پڑوسیوں کے نقال تو نہیں بن گئے ہیں بعض عہدیدار یا کارکن اپنے پیش رووں کی بنائی ہوئی لیکھ پر ہی چلتے رہتے ہیں کہیں آپ بھی انہی جیسے تو نہیں ہیں؟ آپ کا کوئی بھی پیشہ ہو، بہر صورت یہ سب پیشے دنیا میں آپ سے پہلے موجود ہیں اور نہ جانے کتنے انسان انہی کے ذریعے روزی کماتے رہے ہیں۔ وہ مسائل جو آپ کو اس وقت درپیش ہیں، پہلے کسی اور انسان بھی پیش آچکے ہیں اس فرد نے ان مسائل کو ضرور حل کیا ہوگا یا کم از کم وہ انہیں حل کرنے کے لیے مختلف تدبیریں ضرور کرتا رہا ہوگا۔

اُس کوششوں کے نتائج ایسے اداروں کے ریکارڈوں میں محفوظ ہیں۔ اگر آپ جدید مراکز فکر و عمل سے رابطہ پیدا کریں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ وہاں خاص آپ کے پیشے کے مسائل حل کرنے کے طریقوں کا ایک ریکارڈ موجود ہے جس سے ضرورت مند افراد مسلسل استفادہ کر رہے ہیں۔ اگر آپ بھی ان طریقوں سے واقفیت حاصل

کر لیں گے تو اپنے پٹھے کے سلسلے میں غیر ضروری پریشانیوں سے بچ جائیں گے اور وہ رقم بھی بچالیں جو اٹل بچو تدبیروں اور ترکیبوں پر عملدرآمد کرتے رہنے سے آپ کی جیب سے نکل جائے گی۔

(۴) آپ کی سب سے بڑی کمزوری یا برائی کیا ہے؟ آپ کو کس بات کا خوف رہتا ہے؟ ہر شخص اس سے واقف ہو جاتا ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے یا کرتا ہے۔ اسے اپنے سوچنے یا محسوس کرنے کے انداز کی خامیاں بھی صاف نظر آ جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ اس کی وہ خرابیاں یا عیب کیا ہیں جو سے منزل تک پہنچنے سے روک رہی ہیں۔

یہ خرابیاں ارادوں کی کمزوری، تلخی، مزاج، غصہ، غرور، غیر ذمہ دارانہ رویہ اور دل سے غیر ضروری حسد، غیر ضروری خود پرستی، یا زندگی کے بارے میں قنوطی انداز فکر ہو سکتی ہے۔ ان کا تعلق جسم، دماغ، دل یا روح سے متعلق سینکڑوں باتوں میں سے کسی ایک بات سے ہو سکتا ہے اس کا علم یا تو صرف اسی شخص کو ہو سکتا ہے جس میں خرابی ہو اور اس کے کسی دوست کو نہیں ہو سکتا یا پھر اس کے کسی دوست کو تو ہو سکتا ہے مگر خود اسے نہیں ہوتا۔ وہ یا اس کا دوست، جو بھی اس خرابی سے آگاہ ہو، اس کی ماہیت کسی ماہر سے بیان کر دے تاکہ اس کا مناسب علاج کیا جاسکے ہر انسانی کمزوری کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ اس کا بے دو طریق علاج یہ ہے، کہ خود پر ایک بے رحمانہ آتشیں نکتہ چینی کی جائے۔ آپ کو چاہیے کہ اپنی متعدد اقسام کی قوتوں کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اپنی کمزوریوں کو دو قطاروں میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کریں اور قوتوں کو حکم دیں کہ وہ کمزوریوں کو میدان سے بھگا دیں۔ اگر یہ معرکہ طول کھینچے تو پرواہ نہ کیجئے۔ آپ کی قوتوں اور برائیوں کی جنگ جاری رہے تو آپ اسے دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ اس شغل کو بے حد لطف آئے اور اس جنگ کا خاتمہ

اس طرح ہونا چاہیے کہ آپ کی کمزوریاں میدان سے فرار ہو جائیں۔

اب ایک اور اہم بات گوش گزار کیجئے۔ اپنی شخصیت کو مضبوط اور پرکشش بنانے اور اس کی مضبوطی اور کشش کو ہر لمحہ تقویت دیتے چلے جائیں اس کام کو دشوار سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش نہ کیجئے۔ یہ عذر پیش نہ کیجئے کہ آپ خاموش طبع، شرمیلے، یا گوشہ گیر قسم کے انسان ہیں اس لیے آپ مضبوط اور پرکشش شخصیت کے بغیر سب کام انجام دے سکتے ہیں۔

ہم ایک لمحے کے لیے یہ بھی مان لیتے ہیں کہ آپ میں طبعاً یا خلفاً شرمیلے پن اور گوشہ نشینی وغیرہ کی عادات ہیں لیکن دنیا کی کون سی چیز ایسی ہے جسے بدلنا نہیں جا سکتا۔ آپ بھی ان عادات کو تبدیل کر سکتے ہیں اگر ان کو یکا یک اور فوری طور پر بدل ڈالنا ممکن نہ ہو تو رفتہ رفتہ یعنی تدریج کیساتھ تبدیل کیجئے۔

اس کے لیے وہ خاص نفسیاتی عمل استعمال کیا جا سکتا ہے جسے ذہنی تصویر کی تشکیل کہتے ہیں۔ اس نفسیاتی اصطلاح کی تشریح ضروری ہے۔ اس قسم کی تشکیل کے لیے اپنے ذہن میں اپنی ایک ایسی تصویر بنائی جاتی ہے جس میں خود کو ایک مضبوط اور پرکشش شخصیت کا مالک دکھایا جاتا ہے اور سوتے وقت خود کو بتایا جاتا ہے کہ مجھے اپنی شخصیت کو پرکشش بنانا ہے لیکن اس ضمن میں ایک بات یاد رکھنی چاہئے۔

ایک رات میں صرف ایک مرتبہ یہ عمل کیجئے۔ ایک سے زیادہ مرتبہ یہی عمل کرنے سے خیالات میں انتشار پیدا ہو جائے گا جس سے عمل بے اثر ہو جائے گا۔ اس عمل کے علاوہ شخصیت میں کشش پیدا کرنے کی اور ترکیبیں بھی ہیں۔ آپ لوگوں سے بکثرت ملے جلے ان سے باتیں کرنے کے دوران مسکرائیے، ان کی باتوں کو غور اور توجہ سے سنیے، ان کے فائدے کی باتوں کے سلسلے میں انہیں مفید مشورے دیجئے اور اہم ترین بات یہ ہے کہ ان کے ساتھ میل جول میں خود کو ایک

خوشگوار اور قابل قبول انسان بنا کر پیش کیجئے۔

ان ترقیوں پر عملدرآمد آپ کے لیے رفتہ رفتہ آسان ہو جائے گا یہی نہیں، یہ آپ کے مناسب حال بھی معلوم ہونے لگیں گی یعنی آپ انہیں اپنائیں گے۔

یاد رکھئے پرکشش شخصیت اور دلآویزی ترقی کا زینہ چڑھنے پر بڑی مدد دیتی ہیں۔ خواہ یہ ترقی کسی بھی قسم کی ہو۔

جب آپ ان خطوط پر غور و فکر اور منصوبہ بندی کی تکمیل کر لیں تو پنسل کاغذ لے کر ایک عمومی نقشہء کار بنا ڈالیے جو کم از کم ایک سال کے لیے ہو۔ اس میں یہ دکھائیے کہ آپ کو اس وقفے میں کتنی ترقی کرنے کی توقع ہے۔

اس سالانہ نقشے کی ترتیب سے فارح ہونے کے بعد آپ ہفت روزہ پروگرام اور اس کے بعد روزمرہ کار پروگرام بھی ترتیب دیجئے جس میں آپ کے خالی وقت کا مصرف بھی دکھایا گیا ہو۔

اس طرح آپ کے وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہوگا۔ آپ کی کوششوں میں سے ایک کوشش بھی رائیگاں نہیں جائے گی۔ آپ جاگتے میں خواب دیکھنے کی علت سے محفوظ رہ کر، ہر لمحہ عملی آدمی بن جائیں گے اور آپ ترقی کی منزل کی طرف جانے والی شاہراہ پر چل نکلیں گے۔ اس کے بعد اس کی فکر نہ کیجئے کہ آپ اس منزل پر کب پہنچیں گے۔ اس میں ایک سال لگے یا دس سال، اس کی پروا نہ کیجئے۔

آپ کا یقین کامل مندرجہ بالا تمام کاروائیوں کی پشت پناہ ہوگا۔ اس کے بغیر دنیا میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ آپ کو اس پر ایمان رکھنا چاہیے کہ آپ جو کچھ کر رہے ہیں یہ ایک جائز خواہش کی بنا پر کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ برحق ہے چنانچہ اس کا نتیجہ یقیناً کامیابی کی شکل میں برآمد ہوگا۔

بہت سے لوگ یقین کامل کے بغیر جدوجہد کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی

کوششیں نیم دلانہ ہوتی ہیں۔ ان میں وہ جان نہیں ہوتی جو یقین کامل سے پڑتی۔
کامیابی کے حصول کے لیے ہر کوشش جاندار ہونی چاہیے۔

یقین کامل کے ساتھ عمل کرنے سے آپ اپنے اعمال و انفعال میں لطف لیں
گے۔ اس کے زیر اثر آپ زیر عمل جدوجہد کو اپنی روزمرہ کی سوچوں میں رچالیں
گے۔ جس کے بعد آپ کھاتے پیتے، سوتے جاگتے ہر لمحہ اپنے مقصد کے بارے
میں سوچتے رہیں گے اور اس قسم کی سوچ میں خاص لطف لیں گے۔

یقین کامل سے انسان میں ایک خاص قسم کی جسمانی اور ذہنی قوت پیدا ہو جاتی
ہے اس قوت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زیر عمل کاموں کو انجام دینے کے لئے راہ
کی تمام رکاوٹوں کو بہالے جاتی ہے۔

اس کا ایک اور وصف یہ ہے کہ دوسروں کو متاثر کر کے آپ کے نقش قدم پر چلنے
یا آپ کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس طرح آپ کو یقین کامل کی اس
مقناطیسی قوت کی وجہ سے ایسے مددگار مل جائیں گے جن کی سوچ کا انداز قریب
قریب آپ ہی جیسا ہوگا۔

کامیابی کے حصول کے لیے ایک لازمی شرط ہے، محنت سے کام کرنا، آج کل
محنت کو ایک پرانا اور فرسودہ لفظ سمجھا جانے لگا ہے لوگ محنت کے بغیر ترقی چاہتے ہیں
وہ اپنا بیش تر وقت ایسی ترکیبیں وضع کرنے پر صرف کرتے ہیں جن سے کسی قسم کی
کوئی جدوجہد کیے بغیر ہی جلد سے جلد ڈھیروں دولت ہاتھ آجائے۔

لوگوں کے عمومی رویے کے بارے میں میرے اس اظہار رائے کا یہ مطلب
نہیں سمجھنا چاہئے کہ موجودہ معاشرے کے افراد کا مخالف ہونا ان کے حصول دولت
کے رجحان سے بیرکھتا ہوں۔

دولت کوئی بری چیز نہیں ہے اس لیے اس کے حصول کا جذبہ بھی برا نہیں ہو

سکتا۔ یہ بات ہر دور میں ایک مسلم حقیقت رہی ہے کہ دولت زندگی کے آرام و آسائش کی کلید ہے کیوں کہ آرام و آسائش کے لیے درکار تمام اشیاء دولت ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ پرانے وقتوں میں دولت کی اہمیت اتنی زیادہ نہیں تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ مادی آرام و آسائش پر روحانیت اور اخلاقیات کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ دانستہ بلکہ ضرورتیں گھٹاتے تھے تاکہ ان کی روحانیت پر مادیت پرستی پر غالب نہ آجائے۔

اسی طرح ان کے باہمی تعلقات کی بنیاد بھی مادی فوائد کے بجائے اخلاقی قدروں پر تھی چنانچہ وہ ایک دوسرے سے ملنے چلنے اور معاملہ کرنے کے لیے روحانی اور اخلاقی قدروں کو معیار بناتے تھے۔ یوں دولت، جو مادی ذرائع فراہم کرتی ہے مگر انسانی قبل و دماغ کو روحانیت اور اخلاق کا پابند نہیں کرتی، ان کی تعلقات کی بنیاد نہیں بنتی تھی۔

لیکن موجودہ زمانے کا رنگ پرانے وقتوں سے بالکل مختلف بلکہ ان کے برعکس ہے۔ اب مادی ذرائع آسائش کی فراہمی ناگزیر سمجھی جاتی ہے اور اس کے لیے دولت کی ضرورت ہے جو مہنگائی، اشیاء کی نایابی، اور روز افزوں مقابلہ و جذبہ مسابقت کی وجہ سے روز بروز شدید ہوتی جا رہی ہے۔

اس ضرورت کی تکمیل کا آسان طریقہ لوگوں کو یہی نظر آتا ہے کہ بال محنت حصول دولت کے طریقے ایجاد کیے جائیں۔ مگر یہ انداز فکر غلط ہے۔ سائنس، فنون، تجارت، صنعت، حکومت، نظم و نسق اور لین دین کی تاریخ میں محنت ہمیشہ ایک فیصلہ کن قوت رہی ہے اور یہ حقیقت خود کو بار بار ناقابل تردید ثابت کر چکی ہے کہ جو افراد ترقی کرتے رہے ہیں۔ ان کامیاب ہونے کی بڑی وجہ تھی کہ وہ اوروں سے زیادہ کام کر سکتے تھے۔

انہوں نے دیگر افراد سے زیادہ محنت و مشقت کی۔ کامیابی کی اصل قیمت محنت ہے اور مشقت کے کھرے سکے ادا کرنی پڑتی ہے۔ اگر کسی اور طریقے سے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے تو اس قسم کی کوشش کبھی پروان نہیں چڑھتی اور اگر اس قسم کے کسی طریقے سے کامیابی حاصل ہو بھی جائے تو وہ زیادہ عرصے تک باعث ترقی نہیں بنی رہتی اس لیے آپ اس فریب میں نہ آئے کہ محنت کیے بغیر دیگر طریقوں سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ دیگر طریقے محتاج بیان نہیں۔ ان کا حال کم و بیش سب کو معلوم ہے آپ کو یقیناً معلوم ہوگا اس لیے ان کی تفصیل میں جانا ضروری نہیں۔ یہ دور کے ایک غلط رجحان کی پیداوار ہیں۔ یہ رجحان جلد یا بدیر اپنی اصلاح کر لے گا۔ اس لیے آپ اس کے متعدد اثرات سے خود کو بچائے رکھیں۔ محنت کرنا بجائے خود بھی ایک دل خوش کن عمل ہے۔ آپ محنت کرنے میں اس قدر گرم ہو جایا کریں کہ آپ کو پتہ نہ چلے کب صبح ہوئی، کب دوپہر کا وقت ہو اور کب رات آئی۔ محنت کا خواب دیکھنے کے معاملے میں شاعر بن جائیے مگر محنت کو عملی شکل دیتے وقت ہل چلا کر زمین کا سینہ چیرنے والے کسان بن جائیے۔

نکمے پن، کاہلی اور بے عملی کو سرگرمی، دوڑ دھوپ اور مستعدی کی طاقتوں کی مدد سے اپنی زندگی سے مار بھگائیے۔ اگر اس جنگ کے دوران آپ کی قوت ارادی کبھی کبھی ہمت ہارنے لگے تو فوراً عزم کو آزاں کر دیجئے وہ آپ کی پکار پر فوراً آپ کی مدد کے لیے آئے گا اور آپ کی ہمت کو تازہ دم بنا دے گا۔ اگر اس کے باوجود آپ کو یہ نظر آنے لگے کہ اس جنگ کا نتیجہ آپ کی توقع کے برعکس نکلے گا۔ اگر حالات آپ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیں۔ اگر آپ کو یقین ہو جائے کہ آپ بازی ہار رہے ہیں تب بھی ہمت نہ ہاریئے۔ بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ معرکے کے آخری مرحلے کے بالکل آخری لمحوں میں پانسہ پلٹ جاتا ہے۔ یاد رکھیے آپ کا آخری مرحلے کے

بالکل آخری لمحوں میں پانسہ پلٹ جاتا ہے۔ یاد رکھیے آپ کا آخری امتحان آپ کی گرفت کی مضبوطی ہوگا۔ اسی کی بنیاد پر آپ کو نمبر ملیں گے۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اندھوں کی طرح گرتے پڑتے آگے بڑھتے چلے جائیں اور آئندہ اقدامات کے نتائج کے بارے میں غور و فکر سے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ انہیں کش مکش کے درمیانی وقفہ ہائے آرام سمجھیں جن میں کش مکش کرنے والے لمبے لمبے سانس لے کرتا زہ دم ہوا کرتے ہیں تاکہ آئندہ جدوجہد جاری رکھیں۔

محنت میں ثابت قدمی اپنا اثر دکھا کر رہتی ہے۔ اگر آپ محنت کریں گے تو اس کا نتیجہ ضرور برآمد ہوگا۔ آج نہ ہوگا کل ہوگا کل نہ ہوگا پرسوں ہوگا۔ ایک ہفتے کے اندر نہ نکلے گا دو تین یا چار ہفتے کے اندر نکل آئیگا۔ یا مہینے یا ایک سال بعد شرم دے گا۔ اگر آپ ثابت قدم نہ رہے اور آپ نے اپنا موقف تبدیل کر لیا تو آپ کا مستقبل بھی خطرے میں پڑ جائے گا اور ساقی کام بھی اکارت جائے گا۔ کامیاب بننے کا راز ثابت قدمی میں مضمر ہے اور اس وقت بھی جب آسمان سر پر ٹوٹ کرنے کے آثار نظر آرہے ہوں، اپنے مقام پر جھے رہنا اس کردار کا مالک ہونے کا حتمی ثبوت ہے جو مقصودِ فطرت ہے۔

محنت کے ساتھ کام کیجئے اور اس کی تکمیل کے بعد نتائج کا صبر سے انتظار کیجئے۔ اگر نتائج آپ کی توقع کے خلاف نکلیں تب بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ بہت سی مصیبتیں بظاہر پہاڑ معلوم ہوتی ہیں مگر وہ اصل میں کچھ بھی نہیں ہوا کرتیں۔ اگر صرف ذرا رُک کر اُن کی آئندہ رفتار پر نظر رکھی جائے تو ہودھوئیں کی طرح منڈلا کر غائب ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو بھی محنت و مشقت کی زندگی بسر کرنے والے انسان کے لیے ہر گام پر نئی دنیا میں اپنے امکانات کے دروازے

کھولے ہوئے کھڑی رہتی ہیں وہ ان میں سے کسی بھی دروازے کے اندر داخل ہو کر
ایک حیات نو کا پُر جوش آغاز کر سکتے ہیں۔



جدوجہد کس طرح کی جائے گی

بیزاری، خوف اور تشویش ہرگز نہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک شخص نے ایک بلند عمارت کی پانچویں منزل سے چھلانگ دی۔ اس قدم خودکشی کی وجہ کیا تھی؟ صرف یہ کہ وہ زندگی سے بیزار ہو گیا تھا۔

مگر اس کے زندگی سے بیزار ہو جانے کی وجہ بڑی عجیب تھی۔ خوف اور تشویش کی وجہ سے دنیا اسکی آنکھوں میں اندھیرا ہو گئی تھی۔ اس کی تفصیل بیان طلب ہے اس لیے آپ کو تھوڑے صبر سے ذیل کی سطور بڑے غور سے پڑھنی پڑیں گی۔

وہ ایک بہت بڑا تاجر تھا۔ اس کا کاروبار بہت وسیع تھا۔ اس کی آمدنی وافر تھی۔ وہ سچ مچ روپے میں کھیلا کرتا تھا۔ لوگ اس کی قسمت پر رشک کرتے تھے۔ مگر اچانک اس کا یہ ترقی یافتہ کاروبار بیٹھ گیا۔ اسے نہسے کے بجائے نقصان ہونے لگا۔ دیکھتے دیکھتے اس کی مالی حالت بگڑ گئی۔

کاروبار میں واجبات ہی نہیں قرضے بھی ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جن کی قمیص اس کے ذمے نکلتی تھیں۔ شکاری کتوں کی طرح اسکے پیچھے لگ گئے مگر جیسا کہ دنیا کا دستور ہے وہ لوگ، جو اس کے مقروض تھے، غائب ہو گئے۔

اسے تمام مصیبتوں میں جو مصیبت سب سے زیادہ تکلیف دہ معلوم ہوئی وہ بینکوں سے لیے ہوئے قرضوں کی ادائیگی تھی کیوں کہ انہیں ادا کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آرہی تھی لیکن اس سے بھی ولد و تکلیف ایک اور تھی۔

وہ اس آفت کی چوٹ اپنی شریک زندگی کے دل پر نہ لگانی چاہتا تھا جو اس کے لیے دنیا کی محبوب ترین ہستی تھی لیکن یہ چوٹ لگ کر رہی تھی کیوں کہ اسے جلد یا بدیر

اپنے شوہر کے حالات کا پتہ چل جانا تھا۔

اس کی بیوی اس کی کاروباری کامیابی نیز اس کی سوجھ بوجھ پر نازاں رہی تھی اسے یہ خلش کھائے جاتی تھی کہ اس کی نازک نسوانی دل کو ناقابل برداشت صدمہ پہنچے گا اور شاید وہ اسے برداشت نہ کر سکے گی۔

اس اندیشے اور تشویش نے اس کا ذہنی توازن درہم برہم کر دیا اور وہ اپنی ہی دکان کی عمارت کی پانچویں منزل سے نیچے کود پڑا تا کہ اس طرح جان دے کر اپنا خاتمہ کر لے۔ مگر ایک عجیب اتفاق سے بھرپور بھی زندہ رہا۔

اس وقت جہاں اس نے پانچویں منزل سے چھلانگ لگائی عمارت کی پہلی منزل میں ایک شامیانہ نصب تھا۔ وہ اس شامیانے پر گرا، شامیانہ پھٹ تو گیا مگر اس نے اس شخص کو زمین پر گرنے سے روک لیا۔ وہ نیچے کی طرف جانے کے بجائے اس منزل کی کھڑی پر جاگرا اور وہاں سے لڑھک کر پہلی منزل کے ایک کمرے میں کھڑکی کے قریب بچھائے گئے ایک صوفے پر جا پڑا۔ یوں اس کی جان بچ گئی۔

قانون ثقل اجسام نیز عقل و فہم کے استدلال کی رو سے اسے ہلاک ہو جانا چاہیے تھا لیکن شاید آپ کو اس بات کا یقین نہ آئے کہ اسے صرف اتنا نقصان پہنچا کہ اس کے ایک انگوٹھے کا ناخن ٹوٹ گیا۔ اور یہ عجیب اتفاق بھی قابل ملاحظہ ہے کہ وہ جس شامیانے پر گرا اس کے تلے کوئی چیز بھی نہیں رکھی ہوئی تھی جب کہ شامیانہ خود اس کی ملکیت تھا۔

اس شخص کی جان بچ گئی تھی مگر وہ بے ہوش ہو گیا تھا جو ایک ضروری امر تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا کہ وہ زندہ ہے۔ اور اسے کوئی جسمانی گزند بھی نہیں پہنچا ہے۔

اس حیرانگی نے اسے اتنا زیادہ مسرور کیا کہ وہ اپنی ساری پریشانی تشویش اور

خوف بھول گیا۔ اسے اب اسی زندگی میں گہری دلچسپی محسوس ہونے لگی جس سے وہ صرف چند منٹ پہلے اتنا زیادہ بیزار تھا۔

وہ مبارک باد دینے والوں کے ہجوم سے پچھچھا چھڑا کر سیدھا اپنے گھر پہنچا اور اس سانحے کا جو اسے پیش آیا تھا سارا حال سنایا۔

دکھ درد باٹ لینا چاہیے۔

اس کی بیوی اس کی پتا اور اس کے نتیجے میں ہونے والے سانحے کی دکھ بھری کہانی سن کر پہلے تو شپٹا گئی پھر یہ سوچ کر بہت خوش ہوئی کہ بہر حال اسکے شوہر کی جان تو بچ گئی اس کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے مگر اسی کے ساتھ وہ اپنے شوہر سے یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی کہ اس نے اپنی پریشانی کا حال اپنی شریک زندگی سے کیوں بیان نہ کر دیا؟ اس طرح اس کا دکھ بٹ جاتا۔

اس کی بیوی کی یہ بات بالکل درست تھی۔ اس نے شوہر کے علم میں لائے بغیر لاکھوں روپے کے زیورات اپنی تجوری میں محفوظ کر رکھے تھے۔ یہ زیورات ان رقموں سے بنوائے گئے تھے جو اس کا شوہر اپنی محبوب بیوی کو وقتاً فوقتاً نذر کرتا رہتا تھا۔ اگر اس کے شوہر نے اپنا دکھ بانٹنے کا خیال سے اسے بتا دیا ہوتا کہ وہ کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے تو وہ ان زیورات کو اس کے حوالے کر دیتی اور اس کا شوہر انہیں رہن رکھ کر یا فروخت کر کے اپنے قرضے چکا دیتا۔

اس شخص نے اپنی شریک زندگی کے ساتھ اپنا دکھ بانٹنے سے گریز کر کے اپنی موت کا سامان کر لیا تھا۔ یہ ایک اتفاق تھا کہ عمارت کی پہلی منزل پر شامیانہ نصب ہونے کی وجہ سے اس کی جان بچ گئی تھی۔

اس کی بیوی نے فوراً اسے قرضوں کے جنجال سے نکالنے کے لیے کارگر تدبیریں کیں۔ شریک زندگی کی فراست اور حسن تدبیر سے اس شخص کو قرضوں سے

نجات مل گئی۔

اس کے بعد اس شخص نے زیادہ فہم و فرست سے کام لیا۔ اس کا کاروبار دوبارہ چمک اٹھا۔ اس نے سوچ سوچ کر اقدامات کیے۔ اس طرح اس کی تجارت پیشتر سے زیادہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گئی اور اس کی زندگی بگڑتے بگڑتے بن گئی۔

اس شخص نے اس سانحے سے اور جو کچھ سیکھا سو سیکھا مگر اسے جو اہم ترین سبق ملا وہ یہ تھا کہ کسی ایسے انسان کے ساتھ جو اپنا صحیح رفیق ہو اپنی کسی پبتا کا حال بیان کر کے دکھ دربانٹ لینا چاہیے۔ خاص کر اس قسم کی مصیبت کا ذکر اپنی شریک زندگی سے ضرور کرنا چاہیے۔ کیوں کی اس سے بہتر رفیق ماننا مشکل ہوتا ہے۔

یہ اہم بات نہ جاننے کی وجہ سے اس شخص کی جان جاتی رہی ہوتی کہ اس کی شریک زندگی اس کے ہر دکھ کی شریک بھی ہے اور اس سے دلی ہمدردی بھی رکھتی ہے چنانچہ اسے پریشانیوں سے بچانے، ان پر قابو پانے اور انہیں دور کرنے کی ایسی تدبیریں اسے سوجھ سکتی ہیں جو بتلائے مصیبت ہونے کے وجہ سے خود اس کے دماغ میں نہیں آسکتیں۔

یہ واقعہ فرضی نہیں ہے یہ ایک بات کو واضح کرنے کی غرض سے بطور مثال گھڑا نہیں گیا ہے۔ یہ ایک حقیقی اور صد فی صد سچا واقعہ ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ایک شوہر اپنی شریک زندگی کو اپنے دکھ درد کا شریک نہ بنائے تو وہ اپنا اتنا زبردست نقصان کر سکتا ہے جان تک گنوا بیٹھے۔ اس شخص کی طرح بعض اور لوگ بھی اپنی بیویوں کو اپنے حالات اور مشکلات بتانے میں سکی محسوس کرتے ہیں مگر علم نفسیات کے ضابطوں کی رو سے یہ انداز فکر غلط ہے۔ ایسے مرد اپنی بیویوں کی نظر میں سوراہا یعنی کامیاب یا فاتح انسان بنے رہنا چاہتے ہیں چنانچہ جب حالات ان کیخلاف جا رہے ہوں تو صورت حال کو بیویوں سے چھپاتے ہیں۔ انکے نزدیک بیویوں کو انکے

حالات سے باخبر نہ کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس طرح وہ بیویوں کی نظروں سے گر جائیں گے وہ ان کے سامنے یہ اقرار کرتے ہوئے شرماتے ہیں کہ وہ حالات سے ہر گئے ہیں مگر وہ اس نکتے کو فراموش کر دیتے ہیں کہ ایک بیوی ہر حال میں زندگی کی شریک اور شوہر کی رفیق ہوتی ہے۔

اس بیان پر یہ اعتراض بھی کیا جاسکتا ہے کہ ایسی بیویاں بھی ہوتی ہیں جو شوہروں کے دکھ درد میں شرکت کی اہل نہیں ہوتیں۔

یہ اعتراض غلط نہیں ہے۔ اس ضمن میں عورتوں کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں۔ ایک وہ جو شوہروں کے دکھ درد کو توجہ اور ہمدردی سے سننے کی اہلیت رکھتی ہیں، دوسری وہ جن میں یہ صلاحیت یا اہلیت نہیں ہوتی۔

میں ایک ماہر نفسیات کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ کوئی شادی شدہ عورت جو عظیم ترین کارنامہ سرانجام دے سکتی ہے وہ یہ کہ وہ اپنے شوہر کی کاروباری یا دفتری پریشانیوں اور الجھنوں نیز مشکلات کا حال ہمدردی کے ساتھ سنے۔ اس کے اس رویے سے اس کے شوہر کے دل کو بڑی تقویت پہنچتی ہے۔

مشاہدات سے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئی ہیں۔

(۱) مرد یہ تو چاہتے ہیں کہ ان کی بیویاں ان کی باتیں توجہ سے سنیں مگر وہ ان سے مشورے لینے کے قائل نہیں ہوتے۔

میں ان باتوں پر نمبر وار تبصرہ بھی کرتا چلوں تو یہ مفید رہے گا۔

دن بھر کی باتیں گھر میں بیان کر دینے سے فائدہ ہوتا ہے کہ ان پر جو تبصرہ وہاں کیے جاتے ہیں وہ صحیح معنوں میں کارآمد ہوتے ہیں اور انکے بارے میں بیویاں جو مشورے دیتی ہیں وہ ہمدردی اور دلسوزی کی پیداوار ہونے کی وجہ سے مردوں کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

دفتروں اور دکانوں پر اس قسم کی باتوں پر جو تبصرے کیے جاتے ہیں وہ اول تو تبصرے ہوتے ہی نہیں اور اگر ہوں تو اس قسم کے ہوتے ہیں جن سے صاحب معاملہ کو اپنی مشکل حل کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔

اگر آپ نے کوئی قابل تعریف کام کیا ہو تو وہ دفتر میں اس کا ذکر کرنے سے اس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا کہ آپ کے حاسد پیدا ہو جائیں گے۔

اس طرح اگر آپ دفتر کے لوگوں سے اپنی مشکلات اور پریشانیوں کا حال بیان کرنے لگیں گے تو اول تو وہ آپ کی اس قسم کی باتیں سنیں گے ہی نہیں۔ آج کل ہر شخص کی اپنی ہی پریشانیاں کچھ کم نہیں ہیں لیکن اگر سنیں گے تو اس نیت سے کہ آپ کی مشکلات سے کیا فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس لیے اب لے دے کر اپنا گھر ہی ایسی جگہ رہ گیا ہے جہاں اس قسم کی باتیں کہی جاسکتی ہیں۔

وہ بیویاں جو اپنے شوہروں کی اس قسم کی باتیں کان دھر کر نہیں سنتیں ان کا حال کچھ اس قسم کا ہوتا ہے۔

شوہر دفتر سے گھر پہنچا۔ اس کا سانس چڑھا ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ تیز چال سے چل کر گھر پہنچا ہے گویا وہ کوئی اہم بات اپنی بیوی کو بتانا چاہتا ہے۔ وہ کہنا شروع کرتا ہے:

"بھئی آج کا دن بھی مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔"

مگر بیوی اس کے آغاز گفتگو کی جانب متوجہ ہی نہیں ہوتی پھر بھی میاں اپنی کہانی کہتا رہتا ہے۔

"مجھے ڈائریکٹروں کی مینٹنگ میں طلب کیا گیا اور کہا گیا کہ وہ رپورٹ پیش کرو جو تم نے علاقائی حالات کے بارے میں تیار کی ہے۔ اور" مگر بیوی شوہر کی زبانی اس کے کیریئر کی یہ اہم ترین خبر بھی توجہ کے ساتھ نہیں سن رہی ہے وہ کہہ دیتی ہے:-

" اچھا لو تم یہ روسٹ تو چکھو □ " شوہر ایک لمحے کے لیے ساکت رہ جاتا ہے۔ مگر بیوی اپنی کہہ جا رہی ہے:

" آج مکاندار کا منشی آیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ چھت کی مرمت ہونی ہے۔ تم اتوار کے دن گھر پر موجود رہنا۔ وہ اسدن مزدوروں وغیر کو لے کر آئے گا۔"

" اچھا۔ اچھا " شوہر اس بامخالف کو روکتا ہے اور ایک بار پھر اپنی کہانی شروع کرتا ہے۔

" ڈائریکٹروں نے مجھ سے کہا کہ تم اس معاملے میں اپنی رائے بھی ظاہر کرو،"

مگر بیوی روسٹ شوہر کے آگے رکھنے کی طرف زیادہ متوجہ ہے اسے احساس نہیں ہوتا کہ اس کے شوہر نے کتنی توجہ طلب بات کہی ہے۔

شوہر اپنا فقرہ پورا کرتا ہے۔

" میں پہلے تو کسی قدر گھبرایا مگر پھر میں نے ہمت کر کے بولنا شروع کر دیا۔ اور اب جو میں نے رپورٹ کے ضروری نکات کی وضاحت شروع کی تو سب عیش عیش کر اٹھے۔ ایک ڈائریکٹر ایسا ہے جو میرا مخالف ہے مگر اس مرتبہ وہ بھی"

بیوی اس کی بات کاٹتی ہے۔

ہاں تو تم کام جو اچھا کرتے ہو۔

شوہر بیوی کی اس داد پر کسی قدر خوشی محسوس کرتا ہے۔ مگر اگلے لمحے بیوی اس خوشی پر مٹی ڈال دیتی ہے۔ وہ کہتی ہے۔

" اچھا یہ بھی تو سنو کہ ننھے کے ماسٹر نے آج پھر اسے بید کی سزا دی ہے۔ تم کل دفتر جانے سے پہلے اسکول جا کر اسے سمجھاؤ کہ اس طرح پٹائی کی جانے سے بچہ پڑھائی سے بیزار ہو جائے گا۔"

اب شوہر کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس عورت سے اس قسم کی باتیں نہیں کی جا

سکتیں۔ جیسی وہ کرنی چاہتا ہے چنانچہ وہ گفتگو ترک کر کے روسٹ کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے۔

آئیے اس گھریلو صورت حال کے بارے میں نفسیات کے اصولوں کی روشنی میں غور و خوض کریں۔

سب سے پہلا دریافت طلب سوال یہ ہے۔

آیا بیوی شوہر کو اپنے مسائل سے آگاہ کر کے غلطی کر رہی تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ غلطی ہرگز نہیں کر رہی تھی۔

اس کی وجہ؟

وہ یہ ہے کہ اسے بھی ایسے شوہر کی ضرورت ہے جو اس کے مسائل توجہ اور ہمدردی کے ساتھ سُنے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر اس کا رویہ غلط نہیں تھا تو اس رویے نے شوہر کو اپیل کیوں نہیں کیا؟ اس کی وجہ آخر کیا تھی؟

اس کا جواب نفسیات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ یہ کامن سینس یعنی عام سوجھ بوجھ کی بات ہے۔

بیوی نے شوہر کو اپنی باتیں سنانے کے لیے جو وقت انتخاب کیا وہ غلط تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ وہ پہلے وہ سب باتیں توجہ اور ہمدردی سے سنتی جو شوہر اس سے کہنا چاہتا تھا۔ جب شوہر اس طرح اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا تو پھر وہ اسے اپنے مسائل سے آگاہ کرتی۔ اس وقت اس کا شوہر اس کی ایک ایک بات توجہ سے سنتا بلکہ وہ اس کی گفتگو میں حوصلہ افزا حصہ بھی لیتا بلکہ بیوی کے سوالات کے ایسے جوابات بھی دیتا جو اس کے لیے تسلی بخش ثابت ہوتے۔

وہ عورت جو اپنے شوہر کی باتیں توجہ سے سنتی ہے۔ وہی اسے صحیح اور مناسب

مشورے بھی دے سکتی ہے۔ آپ مشورے کے معاملے میں اپنے مخاطب کی اس پہچان کا ہر وقت خیال رکھیے۔

آپ کا مخاطب آپ کا بھائی ہو یا فرزند، یا کوئی بزرگ آپ پہلے چند باتیں کر کے اسے مندرجہ بالا پہچان کی کسوٹی پر کھ لیجئے اس کے بعد اس سے مشورہ طلب گفتگو شروع کیجئے۔

جہاں تک ایک مرد کی شریکِ زندگی تعلق ہے اگر اسے ہمدردی سے بات سننے اور مشورہ دینے کا فن آتا ہے تو اس کا وجود اپنے شوہر کے لیے ایک بیش بہا نعمت ہے۔ اس کی قدر کرنی چاہیے۔ وہ اپنے رفیقِ حیات کے لیے ایک انمول ذریعہء تقویت ثابت ہوگی۔

آپ کو صحیح مشورے حاصل کرنے کے سلسلے میں ایک نکتہ اور تبادوں یہ اس معاملے گر کی بات ہوگا۔ وہ شخص خواہ مرد ہو یا عورت، مناسب ترین مشورہ دیا کرتا ہے جو آپ کی رونداد سننے کے دوران میں حسب موقع سوالات بھی کرتا جائے۔ اگر یہ فرد شریکِ حیات ہو تو آپ یہ نکتہ ذہن نشین کر لیجئے کہ وہ مثالی بیوی ثابت ہو سکتی ہے۔

یہ صحیح ہے کہ بعض مشورہ طلب لوگ بکواسی قسم کے بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنی کہہ کر جھٹ پٹ مسئلہ حل کرنے کے بجائے لمبے ڈکھڑے رونے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ مگر ایسے افراد کو بھی بہر حال کچھ نہ کچھ کہنا ضرور ہوتا ہے اس لئے اگر آپ اس کی پوری گفتگو تحمل سے سنیں۔ ڈکھ درد باٹ لینے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ آپ اپنی مصیبتوں کی داستان دوسروں کے دلوں میں انڈیل دیں بلکہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی دکھی انسان کو اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے اور دکھ اور درد باٹنے کے لیے کسی ہم نوع کی ضرورت پڑ جائے تو آپ ایسا ہم نوع بن کر اس کی ضرورت پوری کر دیں۔

اس سے آپ کو یہ فائدہ ہوگا کہ آپ کو انسانوں کے حالات اور ان کی ذہنیاتوں نیز دنیا کی رفتار اور نئے نئے طور طریقوں کے بارے میں تازہ ترین معلومات براہ راست حاصل ہو جائیں گی۔ آپ ہر ایسے شخص کی باتیں انتہائی توجہ سے سنیے۔ حسب ضرورت اس سے سوالات کیجئے۔ اس کی الجھنوں کی نوعیت کو ان الجھنوں کی گہرائیوں کے اندر تر کر پوری طرح سمجھئے اور پھر اپنی بھرپور ذہنی استعداد سے کام لے کر اسے ایسا صحیح مشورہ دیجئے جو تیر بہدف ثابت ہو۔

اس سے آپ کی شہرت بہ حیثیت ایک مشیر، صلاح کار، نیک دل ہمدردِ خلقت اور خادمِ خلق انسان جلد دُور دُور پھیل جائے گا۔ آپ کے پڑوسی آپ سے ہر معاملے میں مشورہ لیا کریں گے۔ آپ کے محلے دار اپنے معاملات اور قضیے آپ کی رائے سے طے کرنے لگیں گے۔ آپ کے دوست احباب اور رشتے دار اپنی ہر الجھن سلجھانے کے لیے آپ کے پاس لائے کریں گے۔ آجکل حالت بڑے خطرناک ہیں چنانچہ زمزمہ بڑا پرخطر ہو گیا ہے۔ خلوص قریب قریب مفقود ہے۔ ایمان داری اور دیانت داری کا کہیں نام نہیں۔ دوستی کے پردے میں دغا کی جارہی ہے، اعتماد رکھنے کا یقین دلا کر فریب دیا جاتا ہے۔ زرا اور اس کا حصول لوگوں کا ایمان بن گیا ہے۔

تعلقات کسی نہ کسی قسم کے استحصال یا ناجائز مفاد کشی کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ رشتے دار یاں تک مال پر قبضے کے لیے کی جارہی ہیں۔ ان حالات میں آپ کی نیک دلی، ہمدردی، جذبہ خدمتِ خلق، لوگوں کو اللہ کی نعمتیں معلوم ہونگی کیونکہ سب کچھ ہو جانے کے باوجود ابھی دنیا نیکی کے پرستاروں سے خالی نہیں ہوئی ہے۔ آپ اس طرح انسانوں کا دکھ درد بانٹنے کا مقدس فریضہ انجام دیں گے تو اس کا فائدہ خود آپ کو بھی پہنچے گا۔ انہیں لوگوں میں سے جنہیں آپ صائب مشورے دیں گے ایسے بھی آپ کو مل جائیں گے جو آپ کا دکھ درد ہٹائیں گے۔ یہی نہیں وہ

آپ کے مصائب اور پریشانیوں کو اپنی مصیبتیں سمجھ کر نالیں گے۔
 مگر آپ کو اس مقام تک پہنچنے کے لیے بڑے ظرف، تحمل اور برداشت سے
 کام لینا پڑے گا۔ اگر آپ ایسا نہ کر سکیں تو اس مقام کی جانب قدم نہ بڑھائیں ایک
 مرتبہ شہرہ آفاق مزاج نگار مارک ٹوین نے ایک سماجی کارکن کے بارے میں لکھا:
 وہ بڑے گہرے تحمل کا انسان ہے۔ اس کی ظرف میں بھی بڑی گہرائی ہے۔
 بعض ایسے لوگ، جو اس کے مقابل جاہل محض کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس سے اس
 طرح باتیں کرتے ہیں جیسے ان کا علم اس سے بڑھ چڑھ کر ہے مگر وہ متحمل مزاج اور
 صاحب ظرف انسان ان کی یہ باتیں اس طرح سنتا ہے جیسے پہلی بار سن رہا ہے۔
 مارک ٹوین ایک مزاج نگار تھا۔ اس نے مندرجہ بالا فقروں میں مذکورہ شخص کا
 مذاق اڑایا ہے۔ اگر مارک ٹوین موجودہ دور میں ہوتا اور وہ علم نفسیات کا تھوڑا بہت
 علم بھی حاصل کر لیتا تو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی کہ مذکورہ شخص مزاج کا نشانہ
 بنائے جانے کے بجائے احترام بلکہ تقدس کا مستحق تھا۔

اس نے وہ مقدس راستہ اختیار کر رکھا تھا جو مامور من اللہ انبیا اختیار کرتے
 رہے ہیں۔ وہ انسانوں کی ایک اہم ضرورت پوری کرتا تھا۔ وہ ضرورت ہے اپنا دکھ
 درد کسی ہم نفس کرنا کر دل کا بوجھ ہلکا کرنا۔ یہ بوجھ دل سے اتر جانا انسان کی بہت
 سے نفسیات امراض کا بہترین علاوہ ہے تو یا وہ شخص انسانوں کی ایک قسم کی مسیحائی
 کر رہا تھا۔

یہ اس شخص کے رویہ کی روحانی توجیح ہے۔ اگر ہم نفسیات کی روشنی میں اس
 کے طریق کار کا جائزہ لیں تو عجیب و غریب حقیقت سامنے آتی ہے کہ اگر وہ اوروں کا
 درد بانٹ لیتا تھا۔ تو وہ شخص اوروں کی مصیبتوں، پریشانیوں، اور تکالیف کا حال سن
 کر اپنی ذاتی مصائب بھی بھول جاتا ہوگا۔ یہ ایک شخص کے خود اپنے نفسیاتی علاج کا

بہترین طریقہ ہے۔ اس طرح انسانوں کی اکثریت کے بتائے آلام ہونے کا بڑا گہرا شعور پیدا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے ایک فرد اپنے انفرادی دکھوں کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔ یوں اسے اپنے احساسِ غم پر غالب آنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

اقوام متحدہ کی ایک ڈیلیگٹ خاتون، جن کا نام مرنا لوائے ہے، بین الاقوامی معاملات کا گہرا شعور رکھنے کے معاملے میں بہت مشہور ہیں ایک مرتبہ ایک مشہور اخبار کے ایک دقیق نامہ نگار نے ان سے پوچھا محترمہ! اگر آپ میرے سوال کو اپنے ذاتی معاملات اور حالات میں مداخلت بے جا خیال نہ کریں تو کیا میں آپ سے یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ نے بین الاقوامی مسائل کا اتنا گہرا شعور کیسے حاصل کر لیا ہے؟

مرنا لوائے اپنے ہونٹوں پر تبسم لا کر خاموش ہو گئیں۔

نامہ نگار نے ان سے ادب کے ساتھ دریافت کیا کہ انہوں نے اس کے سوال کا قابل جواب نہیں سمجھا۔ مرنا لوائے نے اسے بتایا کہ یہ بات نہیں۔ ان کے مسکرانے کی وجہ صرف یہ خیال آتا ہے کہ نامہ نگار نے ایک ایسی بات کی وضاحت چاہی جو بالکل واضح ہے۔

اس کے بعد مرنا لوائے نے یہ عجیب مگر قابل غور بات کہی۔

"میں متعدد ممالک کے نمائندگانِ اقوام متحدہ کی باتیں توجہ اور تخیل سے ایسی حالت میں سنتی ہوں کہ خود خاموش رہتی ہوں۔ صرف اس سیدھی سادی اور آسان ترکیب سے مجھے بین الاقوامی حالات کا شعور ہو گیا ہے۔"

اوروں کی باتیں سننے کا فن

آپ یہ عنوان پڑھ کر شاید چونک اٹھیں اور حیرت سے سوچیں۔ کیا اوروں کی باتیں سننا بھی ایک فن ہے؟ کیا اسکے بھی قاعدے اور آداب ہیں؟ بے شک یہ کام ایک فن کا درجہ رکھتا ہے اور اس کے خاص اصول ہیں اس کا سب سے پہلا اور بنیادی قاعدہ دوسرے کی بات پر پوری توجہ دینا ہے۔ توجہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کسی کی کوئی بات سن رہے ہوں تو آپ کی جملہ صلاحیتوں میں سے ہر ایک صلاحیت بولنے والے کی اس بات کا مطلب سمجھنے کے لیے وقف ہو۔

اس بات کو میں ایک اور پیرائے میں آپ کی ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

کیا آپ کسی ایسے شخص سے کوئی زیر شنید بات سمجھ لینے کی توقع کر سکتے ہیں جس کی آنکھیں کمرے کی چیزوں پر باری باری پڑ رہی ہوں، جس کی انگلیاں میز پر طبلہ بجا رہی ہوں اور جو آپ کی جانب دیکھنے کے بجائے کسی اور طرف دیکھے جا رہا ہو۔

یقیناً ایسا شخص آپ کی بات ذہن نشین نہیں کر سکے گا۔

ذرا سوچئے۔ اگر آپ کسی شخص کی طرف متوجہ ہوں اور اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہے ہوں تو آپ کی نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوتی ہیں یا پھر نیچے جھکی ہوتی ہیں۔ بعض لوگ سماجیات میں کسی قدر آگے کی طرف جھکے ہوئے بھی ہوتے ہیں اور بعض حساس لوگوں کے چہروں پر بولنے والے کی ہر بات کے اثرات بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

ایک نامی گرامی ماہر علم مجلسی صاحبزادہ گلپاش پارسا نے اپنی کتاب "الآداب" میں لکھا ہے:-

"بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سننے والوں کو صحیح رد عمل ظاہر نہ کرنے کی حالت میں بھی برابر بولتے رہیں۔"

اس ماہر مجلسیات نے قاری کو نصیحت کی ہے۔

"جب تمہارے دماغ پر مقرر کی کسی بات کا اثر ہو تو اسے اپنی کسی نہ کسی حرکت سے ضرور ظاہر کرو۔ یہ فطری تقاضا ہے جسے پورا کرنا چاہیے۔" اس نے یہ دلچسپ مشورہ دیا ہے۔ اگر تم سے کوئی اور حرکت بن نہ پڑے تو ذرا پہلو ہی بدل لو۔

ایک اور ماہر علم مجلسی نے لکھ ہے۔

"اگر تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ تمہیں توجہ سے بات سننے والوں میں شمار کریں تو تمہیں چاہیے کہ جو بات کہی جا رہی ہو اس میں دلچسپی لینے کی کیفیت اپنے اوپر طاری کر لو۔ اس کے لیے اپنے جسم کو چوکنا رہنے کی تربیت دینا ضروری ہے۔"

توجہ سے بات سننے کا پوز کیا ہونا چاہیے؟

اس دلچسپ سوال کا دلچسپ جواب یہ ہے کہ ٹلی کی اس حالت کا بغور مشاہدہ کیجئے جس میں وہ چوہے کی گھات میں بیٹھی ہوتی ہے۔ گویا اس عنوان کے تحت بیان کی گئی باتوں کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ صرف کانوں سے نہ سنیے۔

۲۔ آنکھیں بھی استعمال کیجئے۔

۳۔ ہمد تن گوش ہو کر سنیے۔

جواب نما سوال

آپ حیران ہو کر پوچھیں گے کہ جواب نما سوال کیا ہوتا ہے؟

یہ اس قسم کا سوال ہوتا ہے جس میں بڑے سلیقے سے کسی سوال کا وہ مفید مطلب

جواب منعکس کر دیا گیا ہو جو پوچھنے والے کو درکار ہوتا ہے۔

اس قسم کے سوال کی افادیت یہ ہوتی ہے کہ براہ راست سوال سے بعض اوقات بدتمیزی کا اظہار ہوتا ہے یا کم از کم مخاطب کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنے کی دانستہ کوشش کی جا رہی ہے۔

براہ راست سوال کی ایک مثال مندرجہ ذیل ہے۔

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کے ادارے میں انتظامیہ اور مزدوروں کا تعلق خوشگوار ہے یا نہیں؟"

اسی سوال کی وہ شکل جسے میں نے جواب نما سوال کا نام دیا ہے یہ ہے۔

"کیا آپ کے خیال میں آپ کے ادارے میں وہ ماحول موجود ہے جس میں

انتظامیہ اور کارکنوں کے مابین کامل باہمی اتحاد ہوتا ہے؟"

ان دونوں سوالوں کا مطلب ایک ہی ہے مگر اس مطلب کو دونوں سوالوں میں

مختلف اسلوبوں سے ادا کیا گیا ہے۔ یعنی ہر سوال کا ادائے مطلب کا انداز جداگانہ

ہے۔ اور یہ بات ان کو ایک بار پڑھنے سے ہی واضح ہو جاتی ہے کہ پہلا سوال سننے

والے کو چھبتتا ہے جن کہ دوسرا سوال اسی سے بالکل مختلف ہے۔

جواب نما سوال کرنا ہر اس شخص کے لیے جو اپنا شمار توجہ سے بات سننے والوں

میں کرانا چاہتا ہے، بے حد ضروری بلکہ ناگزیر ہے بلکہ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ ایک

ہنر ہے۔

آپ بتائیں کیا یہ ہنر نہیں کہ ایک شخص کسی دوسرے شخص کی باتیں پوری توجہ

سے سنتا رہے اور خود اس وقت تک کچھ نہ کہے جب تک یہ محسوس نہ کرے کہ مخاطب

اس کے اظہار رائے کا خواستگار ہے۔ مگر جب اظہار راہے کرے تو اس کا پیرایہ بیان

اس قسم کا ہو کہ کیوں صاحب کیا آپ کے خیال میں اپنی چیز کا وسیع پیمانے پر اشتہار

دینے سے اس کی فروخت میں اضافہ ہو گا یا نہیں؟ اگر آپ پبلٹی کا دائرہ وسیع تر کر

دیں تو کیا اس میں کوئی حرج ہوگا؟۔

یہ سوال دراصل ایک سوال نمائشورہ ہے مگر اس کے الفاظ اور اسلوب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مشورہ نہیں دیا جا رہا حالانکہ دراصل یہ صلاح یا مشورہ ہی ہے اور اثر کے لحاظ سے براہ راست مشورے سے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ کم از کم میرا تجربہ یہی ہے۔

گفتگو جاری رکھنے کے لیے سوالات کی اہمیت

آپ کسی اجنبی سے گفتگو کر رہے ہوں یا کسی محفل میں نیم ناواقف یا بالکل واقف لوگوں سے مصروف کلام ہوں، ایسے موقعوں پر اکثر ایک صورت حال بے لطفی پیدا کر دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ گفتگو یا تبادلہ خیالات کا سلسلہ بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وجہ یہ نہیں ہوا کرتی کہ لوگ بولتے بولتے تھک جاتے ہیں یا ان کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے یا وہ گفتگو کا سلسلہ توڑ دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسے موقعوں پر گفتگو سطحی قسم کی ہوتی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ناواقف یا نیم واقف افراد کی مجلس میں گفتگو کے موضوعات باعموم اس قسم کے ہوتے ہیں جیسے موسم، کھیل، بیماریاں موجودہ حالات وغیرہ لوگ جب ان میں سے کسی موضوع پر گفتگو کرتے ہیں تو انہیں کچھ منٹ بعد ہی خاموش ہو جانا پڑتا ہے کیوں کہ موضوع کا مواد ختم ہو جاتا ہے اس طرح بات چیت کا سلسلہ بار بار ٹوٹتا ہے، جو بے لطفی کا باعث بنتا ہے۔

اس خرابی کا علاج کیا ہے؟ میں آپ کو بتاتا ہوں:

آپ ان محفلوں میں خیالات، رجحانات اور تصورات کی بابت گفتگو چھیڑنے پھر سلسلہ نہیں ٹوٹے گا۔ ایک خیال کے بعد دوسرا خیال اور دوسرے کے بعد تیسرا

خیال زیر گفتگو آتا چلا جائے گا علی قس ہذا۔

آپ اہل محفل کو جواب نما سوالوں کے ذریعے گفتگو جاری رکھنے پر بھی اکسا سکیں گے۔ خیالات اور رجحانات سے متعلق گفتگو میں اس قسم کے سوالات کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔



بیوی بہترین مشیر اور اصلاح کار

آپ کسی اجنبی سے گفتگو کر رہے ہوں یا کسی محفل میں نیم ناواقف یا بالکل ناواقف لوگوں سے مصروف کلام ہوں۔ ایسے موقعوں پر اکثر ایک صورت حال بے لطفی پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ کہ گفتگو یا تبادلہ خیالات کا سلسلہ بار بار ٹوٹ جاتا ہے۔
ایسا کیوں ہوتا ہے؟

اس کی وجہ یہ نہیں ہوا کرتی کہ لوگ بولتے بولتے تھک جاتے ہیں یا انکے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہو جاتا ہے یا وہ گفتگو کا سلسلہ توڑ دینے کے عادی ہوتے ہیں۔
اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسے موقعوں پر گفتگو سطحی قسم کی ہوتی ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ناواقف یا نیم واقف افراد کی مجلس میں گفتگو کے موضوعات بالعموم اس قسم کے ہوتے ہیں جیسے موسم، کھیل، بیماریاں موجودہ حالات وغیرہ لوگ جب ان میں سے کسی موضوع پر گفتگو کرتے ہیں تو انہیں کچھ منٹ بعد ہی خاموش ہو جانا پڑتا ہے کیونکہ موضوع کا مواد ختم ہو جاتا ہے اس طرح بات چیت کا سلسلہ بار بار ٹوٹتا ہے جو بے لطفی کا باعث بنتا ہے۔

اس خرابی کا علاج کیا ہے؟ میں آپ کو بتاتا ہوں۔

آپ ان محفلوں میں خیالات، رجحانات اور تصورات کی بابت گفتگو چھڑیئے پھر سلسلہ نہیں ٹوٹے گا۔ ایک خیال کے بعد دوسرا خیال اور دوسرے کے بعد تیسرا خیال زیر گفتگو آتا چلا جائے گا و علی قس ہذا۔

آپ اہل محفل کو جواب نما سوالوں کے ذریعے گفتگو جاری رکھنے پر بھی اکسا سکیں گے۔ خیالات اور رجحانات سے متعلق گفتگو میں اس قسم کے سوالات کی بڑی گنجائش ہوتی ہے۔

بیوی بہترین مشیر اور صلاح کار

ایک شخص کو اپنا مقصد زندگی حاصل کرنے کی جدوجہد میں اپنی شریک زندگی سے بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بیوی شوہر کی عادتوں اور خصلتوں پر گہرے طور پر واقف ہونے کی وجہ سے اس کی بہترین مشیر اور صلاح کار ثابت ہو سکتی ہے۔ اس لحاظ سے ایک عورت اپنے رفیق حیات کی بہترین راز دار بن سکتی ہے مگر مشکل یہ ہے کہ بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو کوئی راز اپنے سینے میں محفوظ رکھیں۔

نسوانی نفسیات کی مشہور و معروف ماہر سنز ایل کارمک اپنی کتاب مرد کے لیے بیوی کی نفسیاتی افادیت میں لکھتی ہیں۔

بیشتر مرد جس بنا پر اپنے کاروبار یا دفتر سے تعلق رکھنے والے معاملات کے بارے میں اپنی بیویوں کو باخبر نہیں کرتے وہ یہ ہے کہ انہیں ان پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دل میں اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ ان کے راز فوراً دوروں کو بتادیں گی اور ان کی تشہیر سے ان کا مفاد مجروح ہو جائیگا۔

نوے فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد میں مردوں کو عورتوں کے بارے میں یہ کامل یقین ہے کہ وہ پیٹ کی ہلکی ہوتی ہیں اور ان سے کوئی بابت اسی وقت کہنی چاہئے جب اس کا ڈھنڈہ روہ پٹوانا ہو۔

ان کا خیال ہے کہ اگر عورت کو کوئی ایسا راز بتایا جائے جسے انہیں رکھنا ہو اور اسی کے ساتھ اس کو تاکید بھی کر دی جائے کہ اسے ظاہر نہ کرے ورنہ نقصان پہنچ جائے گا تو بھی عورت اپنی فطری کمزوری اور نسوانی جبلت سے مجبور ہو کر اسے اوروں پر ظاہر کر دیتی ہے۔

مثال کے طور پر ایک عورت کا شوہر دفتر سے خوش خوش گھر پہنچتا ہے اور بیوی کو

اپنی مسرت کی کیفیت میں شریک کرنے کی غرض سے اسے یہ خوشخبری سناتا ہے کہ وہ جلد ترقی پا کر فرم کا مینیجر بن جائے گا۔ اب یہ بات تو خیر کوئی راز نہیں جس کے افشا ہونے سے کسی قسم کا نقصان کا اندیشہ ہو مگر وہ مسرت کے دنوں میں یہ اہم بھید بھی کھول دیتا ہے کہ جنرل مینیجر صاحب موجودہ مینیجر سے ایک بات پر ناخوش ہو گئے ہیں وہ اسے کوئی نہ کوئی بہانہ نکال کر مینیجر کے عہدے سے سبکدوش کر دیں گے اور اس کی جگہ مکالم کو فرم کا مینیجر بنا دیں گے۔ مگر یہ بات زبان سے نکالنے کے اگلے لمحے اسے احساس ہو جاتا ہے کہ وہ غلطی کر گیا ہے۔ اسے یہ اندیشہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اگر اس کی بیوی نے یہ راز کسی پر ظاہر کر دیا تو وہ اسے فوراً موجودہ مینیجر تک پہنچا دے گا چنانچہ وہ اس سے وعدہ لیتا ہے کہ بیوی اس کا یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کرے گی۔ مگر بیوی اپنی ایک سہیلی سے ملنے کے چند ہی منٹ بعد عنقریب مینیجر کی شریک زندگی بننے کی خوشی سے بے قابو ہونے کی حالت میں سے یہ راز بتا دیتی ہے تاہم اسے تاکید کر دیتی ہے کہ کسی اور کو نہ بتائے۔ مگر اسی شام موجودہ مینیجر کو یہ راز معلوم ہو جاتا ہے وہ بڑی خاموشی کے ساتھ جنرل مینیجر کے خلاف فرم کے مالکان کو بھڑکا دیتا ہے چنانچہ جنرل مینیجر کو نکال دیا جاتا ہے۔ موجودہ مینیجر اس کی جگہ جنرل مینیجر بنا دیا جاتا ہے اور عورت کے شوہر کو وارننگ دے دی جاتی ہے کہ وہ آئندہ فرم کے کسی عہدیدار کے ساتھ کسی دوسرے کارکن کے خلاف سازش نہ کرے ورنہ برخاست کر دیا جائے گا۔ شوہر پر یہ مصیبت اس کی بیوی کے ذریعے اس لئے نازل ہوئی کہ بیوی پیٹ کی ہلکی تھی۔ وہ شوہر کا راز اپنے تک نہ رکھ سکی۔

لیکن ضروری نہیں کہ ہر عورت ایسی ہی ہو۔ ہر انسان میں کوئی نہ کوئی عیب ضرور ہوتا ہے۔ بے عیب تو صرف خدا کی ذات ہے مگر معص عورتیں ایسی بھی دیکھی گئی ہیں جو راز محفوظ رکھنے کی بے اندازہ صلاحیت رکھتی ہیں۔

مجھے اس ضمن میں اپنی شریک زندگی کی زبانی بعض ایسی قابل احترام خواتین کے حالات معلوم ہوئے ہیں جن کے راز محفوظ رکھنے کا، حالات کے ہاتھوں بار بار امتحان ہوا مگر ہر مرتبہ کامیاب نکلیں۔

اس سے یہ ظاہر ہوا کہ عورت بھی راز محفوظ رکھ سکتی ہے اور یہ کوئی اٹل ٹکلیہ نہیں ہے کہ عورت ضرور ہی پیٹ کی ہلکی ہوتی ہے۔

اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت میں رازداری کا وصف درکار ہو، یا اسے راز دار بنا کر اس کی نسوانی عقل سے فائدہ اٹھانا ہو، یعنی اس سے صلاح مشورے کا کام لینا ہو تو پہلے سے آزما کر دیکھنا چاہیے۔ اگر وہ کوئی راز ظاہر کر دے تو اس سے جو نقصان پہنچے اس سے مذکورہ عورت کو آگاہ کیا جائے اور اسی کے ساتھ مطالبہ کیا جائے کہ وہ رازداری کی عادی بنے۔ اس طرح اسی کی ذہنی تربیت ہوگی اور وہ کچھ عرصے میں رازداری کی عادی ہو جائے گی۔ پھر اس سے مسائل بیان کر کے مشورہ لیا جاسکے گا۔

مرد کے لیے اپنی شریک زندگی کو اپنی مشیر بنانے کا یہ عمل خاصہ دیر طلب اور دشوار ہوگا۔ اسے لیے صبر و تحمل سے کام لے کر کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ میرا تجربہ ہے کہ اس میں ہر چند دیر لگتی ہے مگر نتیجہ خاطر خواہ برآمد ہوتا ہے۔ میری بیوی جو بجائے خود ماہر نفسیات ہیں۔ میری اس رائے سے متفق ہیں۔

ایک دفتر کے انسر انلے جو میرے قریبی دوست ہیں، مجھے اس موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان کے ماتحتوں کی تعداد بڑی وسیع ہے اور ان کے ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے ہر ماتحت کی نجی زندگی میں دلچسپی لیتے ہیں اور اس کی ہر ممکن امداد و اعانت کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

انہوں نے جب یہ معلوم کیا کہ میں دفتری ملازموں کے اپنی بیویوں سے دفتر

کے حالات، واقعات اور بعض راز بیان کرنے کے نتائج معلوم کرنے سے دلچسپی رکھتا ہوں تو وہ بہت محفوظ ہوئے۔ انہوں نے اس سلسلے میں کئی واقعات بیان کیے جن کی تفصیلات یہاں درج کرنا ان کی طوالت کی وجہ سے ضروری ہے مگر ان سے جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں وہ زیادہ طول طویل نہیں ہیں چنانچہ بڑی سہولت سے درج کیے سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ بتایا کہ وہ اپنے ماتخوں سے بار بار یہ بات کہتے رہتے ہیں کہ دفتر کے راز اپنی بیویوں کو ہرگز نہ بتایا کرو۔ انہوں نے کہا: "میرے ماتخوں کو یہ ہدایت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ماتخوں کی بیویاں اپنے شوہروں سے میرے دفتر کے راز معلوم کرنے کے بعد ان کی تشہر لازمی طور پر کرتی ہیں جس سے میرے دفتر کے مفاد پر چوٹیں لگتی ہیں۔"

آپ نے یقیناً محسوس کیا ہوگا کہ اس افسر اعلیٰ کے قول کا یہ حصہ کتنا چوتکا دینے والا ہے۔

عورتوں کی زبانوں سے اپنے شوہروں کے رازوں کی تشہیر کے بارے میں جو تصور آپ نے میری گفتگو سے قائم کیا ہوگا۔ وہ مذکورہ افسر کے قول سے یقیناً زیادہ وسیع ہو گیا ہوگا کیوں کہ اس سے یہ دلچسپ نکتہ سامنے آیا ہے کہ عورتوں کے کوئی بات سننے کے بعد اسے بطور راز محفوظ نہ رکھ سکنے سے ان کے شوہروں کو نقصان پہنچنے کے علاوہ ان اداروں کو بھی نقصان پہنچتا ہے جن کا ان رازوں سے کوئی تعلق ہو۔ گویا عورتوں کے پیٹ کی ہلکی اور ضرورت سے زیادہ باتونی ہونے کی وجہ سے معاشرے کے افراد ہی نہیں اس کے اداروں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

اس مرحلے پر مجھے سب خواتین سے براہ راست خطاب کرنا چاہیے۔ دیکھیے محترمات! آپ اپنے رفقاء زندگی کو ترقی کرنے میں بیش بہا امداد فراہم کر سکتی ہیں۔ اس امداد کی شکل یہ ہو سکتی ہے کہ آپ کے شوہر اپنی الجھنیں، مشکلات، مسائل

اور مشورہ طلب باتیں آپ سے بیان کریں۔ آپ ان سے قریب ترین ہونے کی بنا پر ان کی قوتوں اور کمزوریوں سے پوری طرح واقف ہی نہیں بلکہ آگاہ راز بھی ہوتی ہیں۔

آپ ان کی ہر دشواری کو تفصیل سننے کے بعد ایک منٹ کے اندر اندر یہ اندازہ کر سکتی ہیں کہ وہ اس دشواری سے کس طرح نبرد آزما ہو سکتے ہیں چنانچہ انہیں مسئلے کے حل تک رسائی حاصل کرنے کا بالکل سیدھا راستہ بتا سکتی ہے۔

مگر آپ کے شوہروں کو ترقی کی دوڑ میں آپ سے یہ مدد نہیں ملتی۔ اس نقصان دہ صورت حال کی واحد وجہ یہ ہے کہ عورت میں راز محفوظ نہ رہ سکنے کی کمزوری پائی جاتی ہے۔

میں آپ کا یہ عذر فوراً تسلیم کر لوں گا کہ آپ لوگوں نے یہ کمزوری دانستہ یا خود اپنے اندر اس لیے پیدا نہیں کی ہے کہ آپ اپنے شوہروں کو نقصان پہنچائیں یا ان کو ترقی میں مدد دینے سے دست کش رہیں۔ آپ میں اس کی موجودگی کے متعدد اسباب ہیں۔ ان میں سے دو سبب زیادہ نمایاں ہیں۔

ایک یہ ہے کہ کمزوری نسوانی مزاج کا فطری خاصہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ عورت کی جبلت ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ آجکل معاشرے کا مزاج ہی غیبت (پس پشت برائی کرنا) اور انواہ اطرازی (ہر بات کا بنگلڑ ہنا کر اسے جلد سے جلد زیادہ سے زیادہ انسانوں تک پھیلا دینا) بن امین بنائے گا تو گویا اس کے ہاتھ میں ایک بھاری پتھر تھا کر اسے یہ کہے گا کہ نیک بخت اس سے میرا سر توڑ دے۔"

اس مرحلے پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے: اُ

اگر شوہر بیوی کو اپنے راز بتائے بلکہ صرف وہ باتیں اسے سنا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہئے جو اس کے لیے باعث پریشانی بنی ہوئی ہوں تو کیا اس میں کوئی

حرج یا نقصان ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے:

اگر مذکورہ شخص کی شریک زندگی اس کی باتیں توجہ اور ہمدردی سے سننے کی عادی ہو تو اس میں چنداں حرج یا نقصان نہیں۔

مگر ایک شرط ہے۔ شوہر اس سے اپنے پیشے کی باتیں نہ کرے ورنہ عورت کے لیے اس کی پریشانیوں کا تذکرہ ایک بے معنی داستان بن کر رہ جائے گا۔ اور وہ مطلوبہ توجہ نہ دے گی چنانچہ ہمدردی ظاہر کرنے سے بھی قاصر رہے گی۔ میں ایک شخص کو ذاتی طور پر قریب سے جانتا ہوں، وہ ایک دفتر میں محاسب (اکاؤنٹنٹ) ہے۔ یہ دفتر کافی وسیع ہے۔ اس میں کم تنخواہوں کے ملازمین کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے اس لیے نئے زمانے کے نئے اور پریشان کن حالات کی وجہ سے وہاں قریب قریب روزانہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور رہتی ہے چنانچہ روزمرہ ادارے کے منتظمین کو کسی نہ کسی حل طلب مسئلے کا سامنا رہتا ہے ایک اکاؤنٹنٹ ہر چند کوئی افسر یا بڑا افسر نہیں ہوتا مگر اس کا واسطہ زیادہ تر انتظامیہ سے ہوتا ہے اس لیے اسے انتظامیہ کارکن سمجھتے ہیں۔ چنانچہ جب کبھی کارکن اور ادنیٰ ملازم اپنے کس مطالبے کے لیے کوئی تحریک اٹھاتے ہیں وہ اس کی لپیٹ میں ضرور آتا ہے۔

ایسے موقعوں پر میرا واقف کار (عام معنوں میں دوست) اپنے دفتر کی پریشانی کن روکنا دیکھ کر پہنچ کر اپنی بیوی کو سنا تا ہے۔ اس کی بیوی اپنی قابلیت اور معیار تعلیم کے لحاظ سے ایک ایسی عورت ہے جو اکاؤنٹنٹس، جدید اقتصادی نظام، صنعتی اداروں کے انتظام اور کارکنوں اور مزدوروں کے مطالبات کے وجوہ کے بارے میں اتنی ہی معلومات رکھتی ہے جتنی چاند کے بارے میں ایک کمسن بچے کو ہوتی ہیں مگر آپ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہو جائے گی کہ یہ شخص اپنی بیوی سے اپنے دفتر کی

الجھنوں کا تذکرہ کر دینے کے بعد بڑی راحت اور آسودگی محسوس کرتا ہے۔

اس کی وجہ؟ کیا وہ یہ ہے کہ اس کی بیوی جدید حالاتِ زندگی سے مکمل لاعلمی کے باوجود، کسی غیبی طاقت کے بل پر اسے اس کی دفتری الجھنوں کے بارے میں صحیح ترین مشورے دیتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر اور کیا وجہ ہے؟

اس شخص کی بیوی بے علم اور دفتری حالات سے ناواقف ہوتے ہوئے بھی اس کی تمام باتیں انتہائی غور، توجہ اور ہمدردی سے سنتی ہے۔

اس کا یہ رویہ اس کے شوہر کے لیے کتنا باعثِ طمانیت ہے، اس کا اندازہ اس کے مندرجہ ذیل فقروں سے ہوتا ہے۔

"مجھے دفتر کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ اُلجھے ہوئے جو مسائل درپیش ہیں۔ میں وہ سب اس کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ وہ اتنی توجہ اور ہمدردی سے انہیں سنتی ہے جیسے ان کے بارے میں سب کچھ سمجھ رہی ہے اور سبھی کچھ جانتی ہے۔ اس کے صرف اتنے سے تعاون سے مجھے اتنی زیادہ طمانیت محسوس ہوتی ہے کہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔"

میرے اس دوست کا بیان ہے کہ بعض اوقات اس کی ہمہ تن توجہ اور بر محل سوالات سے مجھے ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ جیسے وہ میرے کام کے سارے گُر جانتی ہے اور اسے میرے ادارے میں ہونے والے تمام واقعات سے مکمل طور پر آگاہی ہے حالانکہ میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

شاید آپ کا ذہن اس کی بیوی کے اس رویے کے بارے میں یہ سوچنے کی طرف مائل ہو کہ وہ اپنے شوہر کو فریب دے رہی ہے مگر آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کا یہ مفروضہ غلط ہے۔ اس کی وجہ ریاضی یا مساحت کا کوئی مشکل سوال یا مسئلہ نہیں ہے

جس کا جواب تلاش کرنے کے لیے آپ کو اپنے ذہن پر بہت زیادہ زور ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بات بالکل صاف ہے اس شخص کی شریک زندگی کو اپنے شوہر کے ساتھ اس طرح پیش آنے میں اگر کوئی فائدہ ہوتا (ماسوا اس کے کہ اس کے شوہر مطمئن اور ذہنی طور پر آسودہ ہو جاتا ہے) تو یقیناً اس کا رویہ فریب دہی میں شمار ہوتا لیکن چونکہ اس کی غایت محض اور صرف اپنے شریک زندگی کی خوشنودی ہے اس لیے یہ فریب وہی نہیں بلکہ خلوص ہے، صد فی صد خلوص اور اس کی بنیاد اپنے رفیق حیات کیساتھ دلی ہمدردی پر ہے۔

میں اس امکان کو رد نہیں کرتا کہ بعض عورتیں محض وقت گزاری اور شوہر کو وقتی طور پر خوش کر دینے کے لیے بھی ایسا کرتی ہوں گی۔ ان کے طرز عمل یا طریق کار کی اتنی تعریف نہیں کی جاسکتی جتنی وہ تعریف کا مستحق میرے دوست کی بیوی کا زبانی تعاو ہے تاہم میں اتنا ضرور کہوں گا کہ عورتیں ان عورتوں سے پھر بھی بہتر ہیں جو شوہروں کی باتیں کان دھر کر سنتی ہی نہیں، اور جن کے دل کی دنیا میں کبھی کسی لمحے شوہروں کی ہمدردی کا کوئی خوشگوار جھوٹا گزرتا ہی نہیں۔

ان مصنوعی یا وقتی توجہ سے شوہروں کی باتیں سننے والی عورتوں سے بھی ان کے رفقائے حیات کو کم از کم اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ ان کے دل یہ سمجھ کر مگن رہتے ہیں کہ ان کی زندگی میں کم از کم ایک ہستی تو ایسی ہے جسے وہ اپنا دکھ درد سنا کر دل کا بارہا کا کر سکتے ہیں اور وہ ہستی ان کی شریک زندگی ہے جو ان کے بیان کیے ہوئے راز افشاں نہیں کرے گی۔

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جو عورت اپنے شوہر کی کاروبار یا ملازمت سے متعلق باتیں توجہ اور ہمدردی سے سنتی ہے ایسی عورت کا اس تعاون سے اس کے شوہر کو ترقی کرنے میں مدد ملتی ہے۔

آپ کو چاہیے کہ اگر آپ شادی شدہ نہیں ہیں تو ایسی خاتون شریک زندگی بنانے کے لیے انتخاب کریں جس میں یہ وصف پایا جاتا ہو۔ آپ کو ازدواج سے قبل اس خاتون کے بارے میں زیادہ تر اسی وصف کو جستجو کا مقصد و مدعا سامنے رکھ کر پوچھ کچھ کرنی چاہیے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ اپ اپنے دیگر تقاضوں اور مطالبوں کو یکسر نظر انداز کر کے صرف اسی ایک خوبی کی تلاش شروع کر دیں۔ ہر چند یہ وصف اخلاقی اور نظریاتی اعتبار سے لاکھوں روپے کا ہوتا ہے تاہم موجودہ مادی دور میں زمانہء حاضر کے اقتصادی اور مادی تقاضوں کو نظر انداز کر کے کامیاب زندگی گزارنا اور ترقی کرنا مشکل بلکہ ناممکن ہے اس لیے ان مطالبوں کی تکمیل کی جانب بھی ضرور توجہ کیجئے لیکن میں یہ بات بتا دینا اپنا فرض سمجھتا کہ اگر آپ صرف اس چکر میں پڑ گئے کہ ایسی شریک زندگی تلاش کرنی چاہیے جس کے ذریعے دولت یا کسی قسم کا ترقی پرور سُرخ حاصل ہو جائے مگر آپ نے زیر گفتگو خوبی کی جستجو نہ کی تو آپ یقیناً نقصان میں رہیں گے۔

جھوٹ بولنے والے انسان سے ترقی میں امداد

اس کتاب کو خواتین بھی ضرور پڑھیں گی کیوں کہ اب خواتین میں نہ صرف تعلیمی، عہداری پیدا ہو چکی ہے بلکہ وہ کامیاب زندگی کا مفہوم بھی بخوبی سمجھنے لگی ہیں اور ترقی کرنے کے خواہاں ہیں۔ گزشتہ عنوان کے تحت جو باتیں مرد قارئین کو مخاطب کر کے اس غرض سے کہی گئی ہیں کہ انہیں ترقی میں مُمد ہونے والی خواتین کے انتخاب اور ان کے برعکس قسم کی خواتین سے امتزاز میں راہ نمائی ملے، وہ خواتین قارئین اپنے ذہنوں میں محفوظ کر سکتی ہیں۔ جھوٹ بولنے والی عورتوں کا جو تجربہ اس عنوان کے تحت پیش کیا جا رہا ہے یہ بھی ترقی کی خواہش مند خواتین کے کام آ سکتا

ہے کیوں کہ انہیں اپنی زندگی بنانے کی جدوجہد میں زیادہ تر مختلف قسم کی عورتوں سے ہی واسطہ پڑے گا۔

میرے ایک دوست میڈیکل سائیکو لانسٹ ہیں۔ وہ اپنے پیشے میں خاصی نمایاں حیثیت کے مالک ہیں اور لندن میں مشہور طبی مرکز ہارلے اسٹریٹ میں کافی عرصے تک پریکٹس کرتے آ رہے ہیں۔ ایک مرتبہ انہوں نے اپنے پیشے کے اصولوں سے ہٹ کر، اپنی ایک مریضہ کا حال سنا تے ہوئے بتایا:

"اس نے پہلی ملاقات میں مجھے اپنے مرض کی علامات کا حال بتایا اور میں سے برائے تجزیہ ریز علاج لینے پر رضامند ہو گیا۔ میں نے اس کا کیس خاص دلچسپ پایا۔ وہ عورت حسین اور دلکش تھی۔ ہر موقع پر حالات کی مناسبت سے موزوں ترین لباس پہن کر آتی تھی۔ اسکی باتوں میں بیٹھاس ہوتی تھی اور وہ موقع بہ معقول ذہانت اور خوش ذوقی کا مظاہرہ بھی کرتی تھی۔ اس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ اس نے شہر کے اک اُو نچے خاندان سے اپنا تعلق ظاہر کیا جو نامور ہونے کے علاوہ دولت مند بھی تھا جب میں نے اس کا معائنہ برائے تجزیہ شروع کیا تو اس نے باتوں باتوں میں کئی ایسے مردوں اور عورتوں کے ساتھ پانی قرابت ظاہر کی جو شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے۔"

میرے متعلق سب جانتے ہیں کہ میں انسانوں کے کرداروں کی جانچ پرکھ کی طفری مہارت رکھتا ہوں مگر اس سے دھوکا کھا گیا۔ یہ بھید یوں کھلا کہ میں نے اپنے ایک ہم پیشہ دوست سے ذکر کیا۔ وہ ایک ذہین انسان ہے، میری اس خاتون کے بارے میں اچھی رائے سننے کے بعد دیر تک عنی خیز انداز سے خاموش رہا۔ میں نے اس کی خاموشی میں، جو غور و فکر کا پردہ معلوم ہو رہی تھی۔ خلل نہ ڈالا پھر وہ دوست خود ہی بتانے لگا کہ کس طرح یہ عورت اس سے بھی نفسیاتی معالجہ کروا چکی ہے جس کے

دوران مختلف موقعوں پر ضمنی گفتگو کرتے ہوئے اپنے بارے میں سب باتیں مجھ سے بھی کہتی رہی ہے مگر جب میں نے اس کے دعووں کی تصدیق کی غرض سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو مجھے یہ عجیب حقیقت معلوم ہوئی کہ اس کی سب باتیں بالکل جھوٹ ہیں۔"

مگر میرے دوست نے اس خاتون کے بارے میں یہ غلطی کی کہ اس کا نفسیاتی معالجہ جاری رکھنے کے بجائے اس کے منہ پر کبہ دیا کہ وہ جھوٹ بولتی رہی ہے۔ اور اس خاتون نے خفگی ظاہر کرنے کے بعد اس کے پاس برائے معالجہ آنا جانا ترک کر دیا۔ میں نے اس غلطی کا اعادہ نہیں کیا۔ میں اس کا نفسیاتی معالجہ بالکل اس طرح کرتا رہا جیسے مجھے اس کی جھوٹ بولنے کی کمزوری کا کوئی علم نہیں ہے میں نے اس کی باتوں سے اندازہ کر لیا کہ وہ کئی اور نفسیاتی معالجین سے بھی علاج معالجہ کرواتا رہی ہے اور اس نے بطور فیس بڑی بڑی رقمیں بھی دی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ انہیں یہ رقمیں اس لیے ادا کرتی رہی کہ وہ اس کے وہموں اور اندیشوں کی کہانیاں سنتے رہیں۔ کیوں کہ اپنے بارے میں یہ حقیقت تو اسے اچھی طرح معلوم تھی کہ وہ نفسیاتی معالجے کی محتاج نہیں، صرف خود کو ایک عادت کی وجہ سے مریض ظاہر کر رہی ہے۔ اس کی یہ عادت کیا تھی؟ دورغ گئی یا جھوٹ بولنا۔

میں نے یہ اندازہ قائم کیا کہ اس کی بیماری لاعلاج ہو چکی ہے۔ میں اس کا مکمل ترین تجربہ کرنا چاہتا تھا۔ مگر اتفاق ایسا ہوا کہ وہ اچانک غائب ہو گئی اور پھر کبھی میرے پاس نہ آئی۔

یہ بیماری آجکل عام ہے اس لیے میں آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ ہر اس مرد یا عورت کو جس سے آپ کا سابقہ پڑے، تعلقات یا دوستی کے اولین مرحلے میں خوب اچھی طرح جانچ پرکھ کر دیکھ لیں کہ کہیں وہ جھوٹ بولنے کی بیماری میں مبتلا تو نہیں

ہے۔ بعض انسان اس مرض میں اس حد تک مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ بڑے یقین آفریں طریقے سے جھوٹ بولتے ہیں یا جھوٹ بات اس طرح سے کہتے ہیں کہ سننے والے کو یقین آئے پر آئے اور اگر وہ اس کی ماہیت بے نقاب کرنی چاہے تو اس میں کبھی کامیاب نہ ہو۔

میرے تجربے میں بعض جھوٹ ایسے آچکے ہیں جن کی عدالتی کارروائی کے بغیر قلبی کھول سکنا ممکن ہی نہ تھا اور اس کی صورت حال کی وجہ یہ تھی کہ جھوٹ بولنے والے نے بے حد یقین پر ورنہ انداز سے جھوٹ بولا تھا۔

گزشتہ صدی کے اواخر کا واقعہ ہے۔ بیکرا سٹریٹ (لندن) کے ایک متوفی دوکاندار کی بیوی نے یہ دعویٰ کے کہ اس کا شوہر اصل میں ایک نواب تھا جو دنیا کو دکھانے کے لیے دوکاندار بنا ہوا تھا۔ اس عورت نے دراصل اس اتفاق پر اپنے جھوٹ کی بنیاد رکھی تھی کہ جس وقت اس کا شوہر کا انتقال ہوا تھا۔ اس دن ٹھیک اسی وقت ایک نواب بھی فوت ہوا تھا۔ چنانچہ اس وقت یہ معاملہ ایک اچھا خاصا سکینڈل بن گیا تھا۔

میں آپ کو اس بیماری کا تجربہ یہ کر کے دکھاتا ہوں تاکہ آپ جھوٹ بولنے والی عورتوں کے ہاتھوں نقصان اٹھانے سے محفوظ رہیں۔ کسی خاتون کی دروغ گوئی کے دو عنصر ہوتے ہیں۔ ایک، اس کا خلاف واقعہ یا بے بنیاد بات کہنا، دوسرا خود اس کا یہ یقین کرنا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے یہ صحیح ہے۔ حالاں کہ یہ اس کا واہمہ ہوا کرتا ہے۔ بہر حال اس کا مقصد جھوٹ بولنے سے یہ ہوا کرتا ہے کہ سننے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے کیوں کہ وہ توجہ کی بھوکا ہوا کرتی ہے۔ یعنی وہ اپنی زندگی اور حالات سے رنجیدہ یا ناخوش ہوتی ہے۔ ایک انسان کی دقتی ترین ضرورتیں ہیں، (۱) کوئی اس سے یہ محبت کرے اور (۲) وہ خود کو اہم اور باوقار محسوس کرے، غالباً یہ بنیادی

طور پر ایک ہی بنیادی ضرورت کے دو مختلف مطالبے ہیں۔

وہ مرد اور عورت، جن کی یہ ضرورت پوری نہیں ہوتی، تحت شعور یا لاشعور کی سطح کے نیچے کارفرما قوتوں کے دباؤ سے ان کے بدل کے طور پر کسی اور قسم کی تسکین خاطر حاصل کرتے ہیں۔ یہ تسکین انہیں جھوٹ بول کر حاصل ہو جاتی ہے۔ اب محترم قارئین سمجھ جائیں گی کہ جھوٹ بولنے والی عورتیں کسی مرض میں مبتلا ہوتی ہیں اور اگر بعض حالات میں ان سے تعلق رکھنا ناگزیر ہو جائے تو ان سے کس طرح پیش آنا یا پھینکا جائے۔

انسان میں جھوٹ بولنے کا مرض عہد طفلی سے شروع ہوتا ہے۔

دروغ گو انسان کے حالات زندگی کا مطالعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہیں بچپن میں محبت اور توجہ سے محروم رکھا گیا تو انہوں نے تصورات کی دنیا میں پناہ لی اور خود کو اپنے خیالات میں بہت اہم انسان سمجھنے لگے ہیں آگے چل کر یہ بتاؤں گا کہ ان کے خراب شدہ ذہنوں سے ان افراد کو کس طرح نقصان پہنچا ہے جن کا کسی نہ کسی اعتبار سے ان سے پالا پڑ جاتا ہے۔

ایسے انسان بچوں جوں عمر یافتہ ہوتے جاتے ہیں ان کا ختم محرومی زیدہ گہرا ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کی جھوٹ بول کر اپنی امیت ظاہر کرنے کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے۔

اس قسم کے مرد، عورت دانستہ نہیں بلکہ جہلنا جھوٹ بولتے ہیں۔ اس دروغ گوئی کا تعلق انکی زندگی کے بعض غیر تسلی بخش پہلوؤں سے ہوا کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص جو کسی کاروبار میں کامیاب ہو ایسے جنون میں درساگاہ رکھنے کی ڈینگیں مارنے لگے جن سے اسے بلحاظ صلاحیت و قابلیت سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ بعض مرد جو جنسی طور پر ناکارہ ہوتے ہیں، اپنی غیر معمولی قوت مردانہ کے افسانے

اپنے دوستوں کو سنا سنا کر انہیں مرعوب کرتے رہتے ہیں۔

اس قسم کے مردوں اور عورتوں کے ساتھ تعلقات کو ذریعہ ترقی بنانے کی عملی ترکیب سنیے۔

نفسیاتی تجزیاتی سائنس کی اصطلاح میں اسے قبل از وقت مداخلت کہتے ہیں۔ میں بتانا ہوں کہ اس اصطلاح کا مطلب کیا ہے۔ اس قسم کے مرد عورت جو کچھ کہیں اس کو براہ راست چیلنج ہرگز نہ کیجئے۔ خواہ ان کی بات کتنی ہی مضحکہ خیز کیوں نہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو وہ اس سے ناراض ہو جائیں گے۔ یقیناً آپ ان کے دروغ گوئی کی حوصلہ افزائی نہ کریں۔ لیکن یہ بات خود آپ کے فائدے کی ہے کہ آپ ان کی براہ راست مخالفت یا تردید نہ کریں۔

آپ کو ان کیساتھ معاملہ یا گفتگو کرنے کے دوران میں یہ نکتہ ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہ فرد (خواہ مرد ہو یا عورت) علیل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس نے حقائق کا اتنا لا حاصل بدل تلاش نہ کیا ہوتا۔ آپ اس کے ساتھ ہمدردی اور دوستی ظاہر کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کا دوست بن جائے گا۔ اور شاید اس کے بعد آپ اس سے اپنی ترقی میں دوستانہ امداد لے سکیں گے بلکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کا ایک وفادار اور اہل ساتھی بن جائے۔

مگر اس سلسلے میں ایک نکتہ واضح کر دینا ضروری ہے بعض انسان ذہنی علالت کی وجہ سے نہیں بلکہ کاروباری ضرورت بلکہ عادت کی وجہ سے دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں۔ وہ دانستہ اور عمدتاً بلکہ کوئی مقصد سامنے رکھ کر جھوٹ بولتے ہیں۔ عموماً ایسے لوگ مالی فائدوں یا قابل اعتراض ذاتی اغراض کی تکمیل کے لیے دروغ گوئی کرتے ہیں۔ انہیں کبھی کبھی حصوں مقصد میں ناکامی بھی ہوتی ہے مگر یہ اکثر و بیشتر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ دو چار مرتبہ دس بارہ مرتبہ کامیابی سے ان کے حوصلے بڑھ

جاتے ہیں اور پھر یہ اپنے دائرہ تعلق میں آئے ہوئے لوگوں کو اپنے مالی مفادات حاصل کرنے کی غرض سے ہر وقت اپنی اسی عادات کا شکار بنانا شروع کر دیتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے ہر وقت چوکس رہنا چاہیے۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ یہ آپ سے بڑھے تپاک اور دوستانہ جوش و خروش سے ملیں گے مگر ملاقات کے چند ہی لمحے بعد آپ کو اپنی بہادری، جوانمیری اور دلیری کا کوئی قصہ سنانا شروع کر دیں گے۔ ان میں سے بعض ہر شخص کے ذہن پر اپنے ہر وقت عالی خاندان ہونے کا رعب جماتے رہتے ہیں۔ بعض کا ڈھنگ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود کو انتہائی کامیاب انسان ظاہر کرتے ہیں اور ہر آٹھ دس فقروں کے بعد اپنے اس دعوے کا اعادہ کرتے ہیں کہ تقدیر ان کی لونڈی ہے اور ان سے زیادہ خوش قسمت انسان دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔

اس قسم کے افراد کا مقصد اس قسم کی باتوں سے اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کرتا کہ آپ کو مالی طور پر بیوقوف بنا کر اپنا تو سیدھا کریں۔ ان کی یہ پہچان معلوم کر لینے کے بعد جو میں نے بتائی ہے، آپ ان سے دور ہی رہیں ایسے لوگ آپ کی ترقی کی راہ میں پتھر بلکہ پہاڑ بن کر حائل ہو سکتے ہیں۔

اگر ایسے لوگوں سے ملنے بچنے کے دوران میں آپ ان علامات کا مشاہدہ کریں، جو اوپر بیان کئی گئی ہیں لیکن آپ کو ان کے بارے میں ایسا محسوس ہو کہ شاید ان کی نوعیت آپ صحیح طور پر متعین نہیں کر رہے ہیں تو انہیں جانچنے کا ایک طریق مجھ سے سن لیجئے۔

وہ طریقہ یہ ہے کہ آپ وہ سب باتیں، جو اس قسم کے افراد اپنے بارے میں کہیں، ایک کاغذ پر لکھ لیں اور جب ان کا کچا چٹھا تیار ہو جائے تو ان کے رشتے داروں، دوستوں، واقف کاروں سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کیجئے۔ اگر

یہ ویسے ہی ہیں جیسے میں نے بتائے ہیں تو ان کے حالات ہی ان کے دعووں کی تردید کر دیں گے۔

آپ کو ان کے بارے میں یہ معلوم ہوگا کہ جہاں یہ کامیاب انسان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہاں یہ اصل میں دنیا کے ناکام ترین لوگ ہیں اور ان کا گزارہ لوگوں کو اپنی فرضی کامیابی کے قصے سنا کر ان سے رقمیں اینٹھنے کے مذموم پیشے پر ہے۔

آپ دیکھیں گے کہ جہاں انہوں نے آپ سے عالی خاندان کے چشم و چراغ ہونے کی ڈینگیں ماری ہیں وہاں حقیقت میں یہ لوگ خاندانی اعتبار سے ادنیٰ حیثیت کے لوگ ہیں اور ان کے قریبی حلقوں تک میں ان کی نہ کوئی وقعت ہے نہ عزت۔

اسی طرح ان کے خوش نصیب یا قسمت کے دھنی ہونے کے افسانے بھی ان کی "ایجاد بندہ" ہوتے ہیں۔ تقدیر ہمیشہ انہی انسانوں کا ساتھ دیتی ہے جو مسلسل کوشش اور جدوجہد کرتے ہیں۔ یہ لوگ جو بغیر محنت اور بلا کوشش حصول مقصد کے قائل ہوتے ہیں، تقدیر کے لاڈلے فرزند کس طرح بن سکتے ہیں۔

یہ ان لوگوں کا بیان تھا جو محض اپنی ڈینگوں اور لاف زینوں سے آپ کو مرعوب کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اس طرح آپ کی ترقی میں حائل ہوں گے۔ اب آپ ایسے "ذی حیثیت" □ "دولت مند" کامیاب اور ترقی گمن انسانوں کے فراڈ کے بارے میں چند راز کی باتیں معلوم کیجئے جو یہی نہیں کہ آپ کی ترقی کا راستہ روکنے کی کوشش کریں گے۔ بلکہ ان میں سے بعض تو یہ راستہ مسدود ہی کر دیں گے۔

ان لوگوں کی علامات درج ذیل ہیں۔

(۱) دولت و ثروت جس کی مقدار کا تعین دشوار نظر آتا ہے۔

(۲) اثر و رسوخ، جو بیک نظر بے حد و بے پایاں معلوم ہوا کرتا ہے۔

(۳) پُرکشش اور جاذب توجہ شخصیت، جو محبت، خلوص اور ہمدردی کا چلتا پھرتا

مجسمہ نظر آیا کرتی تھی۔ مگر آپ یقین کیجئے کہ یہ لوگ شکاری درندے ہوا کرتے ہیں

(ہر چند سبھی ایسے نہیں ہوتے) ان میں سے جن کے بارے میں یہ ثابت ہو جائے

کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں ان کو قطعی طور پر غیر انسانی مخلوق ہی سمجھنا چاہیے مگر ان کے

جھوٹ کی قلعی کھولنے کا طریقہ اس طریقے سے مختلف ہے جو نقلی امیروں فرضی

خاندانی خوش نصیبوں اور جعلی کامیاب انسانوں کی دروغ گوئی کی اصلیت معلوم

کرنے کے لیے اوپر تجویز کیا گیا ہے۔

ان زریں جھوٹوں کو کس طرح بے نقاب کرنا چاہیے۔

اسکا طریقہ یہ نہیں ہوگا کہ ان کے بارے میں ان کے رشتے داروں اور

دوستوں سے دریافت کیا جائے۔ ان افراد کو مذکورہ جھوٹوں نے اپنے حق میں ہموار

رکھا ہوگا۔

ان کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے آپ کو اپنے رویے یا وقت کی تھوڑی سی

قربانی کرنی ہوگی۔ آپ اس قسم کے کسی فرد کا وہ عمل، جو یہ آپ پر کرے، خاموشی

سے برداشت کرتے رہیں۔ تھوڑے عرصے بعد اس کا کوئی نہ کوئی جھوٹ اسے قطعی

طور پر بے نقاب کر کے رکھ دے گا۔

جو ہی ایسا ہو آپ اس سے فوراً کنارہ کشی اختیار کر لیں۔

مگر اس اچانک کنارہ کشی کے لیے زمین پہلے سے ہموار رکھیے۔ اس کی

صورت یہ ہوگی کہ آپ اپنی زندگی کا کوئی پہلو اس کی گرفت میں نہ دیجئے ورنہ یہ جھوٹا

شخص انتقاماً آپ کو ضرور نقصان پہنچائے گا۔

ترقی کے راستے پر تیز گام چلئے

لارڈ چیسٹر فیلڈ انگریز قوم کے دورِ عظمت کے مدبروں میں ایک نمایاں اور منفرد مقام رکھتے تھے۔ اس کی وجہ ایک بہت بڑے اہل فکر نے ایک موقع پر یہ بتائی تھی۔

"یہ شخص زندگی کا محض (یعنی لا حاصل) مطالعہ نہیں کرتا بلکہ حالات اور انسانوں کے جو حالات اس کی نظر سے گزرتے ہیں ان سے حیات پرورتناج اخذ کرتا ہے"

اس لارڈ چیسٹر فیلڈ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے مشاہدہ برائے زندگی اس میں ایک جگہ یہ داناے زندگی لکھتا ہے۔

"ہر شخص اصل میں وہ اشخاص ہوتا ہے گویا اس کے ایک جسم میں بیک وقت دو وجود ہوتے ہیں۔ اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔ جب آپ اس کے مفہوم سے بخوبی واقف ہو جائے گے تو ترقی کی راہ پر تیز گامی سے رواں ہو جائیں گے۔

اس بات کو یوں سمجھئے کہ جو شخص ظاہر میں شرمیلا (یعنی گفتگویا کاموں میں مسابقت نہ کرنے والا) دکھائی دیتا ہے اس کا دوسرا وجود دلیر بننا چاہتا ہے اور وہ ہر گفتگو اور ہر کام میں نمایاں ہونے بلکہ سب سے آگے رہنے کا خواہش مند ہے۔"

اس طرح آپ دیکھیں گے کہ بعض آدمی بظاہر اپنی تعریف سننے کا کوئی رجحان نہیں رکھتا مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اپنی تعریفیں نہیں چاہتا۔ اس کا دوسرا وجود خود کو تعریفوں کا جائز مستحق سمجھتا ہے۔ اور اس کا متمنی بھی رہتا ہے۔

بعض اشخاص آپ کو ایسے بھی ملیں گے جن کی باتوں اور حرکتوں سے ایسا ظاہر ہوگا جیسے ان میں خود اعتمادی بالکل ہی نہیں ہے مگر ان کے دوسرے وجود کی یہ عین تمنا ہوتی ہے کہ ان کے اندر خود اعتمادی کا وصف موجود ہے۔

ان تینوں مثالوں سے آپ چسٹرفیلڈ کے قول کے اصل معنی سمجھ گئے ہوں گے۔ اب اس قول کو اپنی ذات پر لاگو کیجئے اور یہ اندازہ لگائیے کہ آپ میں کیا خامیاں اور کمزوریاں ہیں۔ یہ کام ہنگامی یا وقتی طور پر غور کرنے سے نہیں ہوگا۔ آپ ایک کاغذ (یا نوٹ بک) سامنے رکھئے اور پینسل لے کر اس کاغذ پر اپنے عیب درج کرنے شروع کیجئے۔

میں آپ کو یہ رمز بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے اس کام میں انا کو داخل دیا تو یہ کھوڑا ہو جائے گا، یعنی جس مقصد کے لیے شروع کیا جا رہا ہے وہ پورا نہ ہوگا۔ اس کا مقصد اپنے ظاہری وجود کی صحیح اور مکمل لفظی تصویر قمرطاس پر منتقل کرنا ہے۔ انا کی بار بار مداخلت سے یہ تصویر نہ صحیح صحیح کھینچ سکے گی نہ مکمل ہوگی۔

آپ کو اپنی خامیوں، کمزوریوں، برائیوں اور عیبوں کا مکمل نقشہ ذہن میں لانے کے لیے مندرجہ ذیل عمل کرنا ہوگا۔

کسی گوشہ تہائی میں بالکل پرسکون اور یکسو ہو کر بیٹھ جائیے اور اپنے ذہن کو اپنے بارے میں سوچنے کی کھلی چھٹی دے دیجئے۔

اولین مرحلے میں یہ صورت ہوگی کہ آپ کے دماغ اور دل میں خیالات کا ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ یہ آپ کی انا کی شرارت ہوگی۔ وہ اس ڈھنگ سے آپ کے ذہن کو حسبِ مطلب کام کرنے سے باز رکھنے کے لیے یہ ہڑبونگ مچائے گا۔

آپ اپنی قوت ارادی کے زور سے اس ہڑبونگ کو ختم کیجئے۔ لیکن اگر آپ ان انسانوں میں سے ہیں جن کی قوت ارادی صفر ہوتی ہے یا آپ قوت ارادی رکھتے تو ہیں مگر اس سے کام لینے کے خوگر نہیں ہیں۔ تو بھی گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو ایک اور ترکیب بتاتا ہوں۔ آپ کی انا کی ہڑبونگ شروع ہونے سے بالکل ساکت بیٹھے رہیں۔ کچھ دیر بعد مطلع صاف ہو جائے گا۔ یہ ہڑبونگ کچھ اس

طرح ختم ہو جائے گی کہ آپ حیران رہ جائیں گے۔ یہ آپ کی کامیابی کا پہلا مرحلہ ہوگا۔ دوسرے مرحلے میں آپ کا ذہن آپ کے مقصد کی تکمیل کے لیے کام شروع کر دے گا۔ آپ کا قلم اس قسم کی باتیں ضبط تحریر میں لائے گا۔

(۱) میرا رسم خط بہت خراب ہے اور میں املا میں قدم قدم پر غلطیاں کرتا

ہوں۔

۲۔ میرا ذہن جسمانی صفائی ستھرائی اور اُبلے کپڑے پہننے کی طرف متوجہ

نہیں ہوتا۔

۳۔ میں کوئی کام شروع کرنے کے معاملے میں اقدام کرتے ہوئے ہچکچاتا

ہوں۔

۴۔ اگر کوئی کسی کام کے سلسلے میں میری مخالفت کرتا ہے تو میں ڈر کر قدم

پیچھے ہٹا لیتا ہوں۔

۵۔ مجھ میں مخالفتوں کا سامنا کرنے اور ان کے مقابلے میں دم خم دکھانے کا

حوصلہ نہیں ہے۔

۶۔ جب کبھی مجھ پر مشکلات نازل ہوتی ہیں میں فوراً گھبر جاتا ہوں۔

اس قسم کی بہت سے مدیں آپ کے قلم سے تحریر ہوں گی۔ فی الوقت ہم گفتگو کو

انہی چھ مدوں تک محدود کر لیتے ہیں۔

فرض کیجئے آپ میں یہ چھ عیب پائے جاتے ہیں۔ اس جائزہ ذات کا تیسرا

مرحلہ یہ ہے کہ آپ انکے مقابل ان کے برعکس عبارتیں لکھیں جیسے:

۱۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا رسم خط اچھا ہو اور میں قدم قدم پر غلطیاں نہ

کروں۔

۲۔ میں جسمانی صفائی ستھرائی اور اُبلے کپڑے پہننے چاہتا ہوں۔

- ۳۔ میں کوئی کام شروع کرتے ہوئے پس و پیش نہیں کرنا چاہتا۔
 - ۴۔ میں یہ خواہش رکھتا ہوں کہ کسی مخالف سے ڈر کر قدم پیچھے نہ ہٹاؤں۔
 - ۵۔ میری تمنا ہے کہ مجھ میں مخالفوں سے نمٹنے کا دم خم ہو۔
 - ۶۔ میری دلی خواہش ہے کہ میں مشکلات پڑنے پر گھبراؤں نہیں۔
- آپ یقین کریں کہ آپ کا اصلی وجود ہی ہے جو آپ کی خواہشات آرزوؤں اور تمناؤں کی شکل میں آپ کو اپنی تصویر دکھا رہا ہے۔
- آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے اس وجود کو آگے لائیں۔ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اپنی اندرونی خواہشات کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہیے اور ان کو عملی شکل دینے کی تدبیریں کرنی چاہئیں۔ آپ ویسے بننے کی جدوجہد شروع کر دیں جیسے آپ حقیقت میں ہیں۔ اور آپ اس میں کامیاب ہوں گے، ضرور بالضرور ہوں گے۔

میرے اس بات پر زور دینے کی ایک خاص وجہ ہے۔ میں جتنے بھی کامیاب انسانوں سے ملا، میں نے ان سے یہی سوال کیا کہ آیا وہ اپنے اندرونی وجود پر یقین رکھتے ہیں؟ اور ان سب نے بلا استثناء یہ جواب دے اکہ وہ اس وجود کی خواہشات اور مطالبوں کی تکمیل کرنے سے ہی اپنے موجودہ مقام تک پہنچے ہیں۔

مثال کے طور پر پارکس ٹرک اینڈ ایکونپ منٹ کمپنی کے ڈائریکٹر مسٹر جی آر پارکس نے مجھ سے کہا۔

"میں یہ بات کامل یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ایک شخص ویسا ہی بن سکتا ہے جیسا بننے کی خواہش اس کے دل میں بیدار ہو اور یہ خواہش اس کے اندرونی وجود کی ہوا کرتی ہے جو اس کا اصلی وجود ہوا کرتا ہے۔"

سوال یہ ہے کہ انسان اپنے اصلی وجود کی خواہشات کی تکمیل کے لیے کیا

طریقے اختیار کرے یا کن وسائل سے مدد لے یا کن لوگوں کو ذریعہ یا سہارا یا واسطہ
بنائے؟



اپنے مشیر اور صلاح کار خود بنئے

آپ کا اندرونی وجود جو جب کوئی خواہش ظاہر کرتا ہے تو نفسیات کی اصلاح میں آپ کا لا شعور آپ کو کوئی تجویز پیش کر رہا ہوتا ہے۔ آپ اسے عمل خود تجویزی کہہ سکتے ہیں۔ مگر جب تک میں اسکی وضاحت نہیں کروں گا اس وقت تک آپ اس کا پورا منہ بون ذہن نشین نہ کر سکیں گے۔

انسان کا ظاہری وجود سوچتا کم ہے دیکھتا اور سنتا زیادہ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ وجود زیادہ تر یا تو دوسروں کی نقالی کرتا ہے یا ان پر، بلکہ خود پر بھی نکتہ چینی کرتا رہتا ہے۔

اگر ایک شخص ناخواندہ یا معمولی تعلیم یافتہ ہو یا اس کا خاندانی پس منظر کچھ نہ ہو تو وہ (یعنی اس کا ظاہری وجود) صرف نقالی کرتا ہے۔ (یعنی اوروں کی ہر بات یا کام کی اندھی تقلید) لیکن اگر وہ کسی قدر، یا کافی، تعلیم یافتہ ہے یا اس کا خاندانی پس منظر ہے تو وہ اوروں کو جو کچھ کہتے سنتا ہے یا کرتے ہوئے دیکھتا ہے اس پر نکتہ چینی کرتا ہے۔

مختلف لوگوں کے نکتہ چینی کرنے کے مختلف طریقے یا انداز ہیں۔ بعض ضبط نہیں کرتے کیونکہ ان میں ثبوت برادشت یا ضبط و تحمل کا فقدان ہوتا ہے۔ اور وہ کسی قابل اعتراض بات یا کام پر فوراً ہی اعتراض یا نکتہ چینی کر بیٹھتے ہیں۔ ان کے برعکس بعض انسان اس وقت بات کو پی جاتے ہیں اور بعد میں اپنے دماغ کو اس پر غور و خوض کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ وہ معترضہ بات یا فعل پر اپنا عمل شروع کر دیتا ہے۔ اس طریق فکر کو کہتے ہیں دل میں بات رکھنا مگر اس کام کا تحت شعور کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔

دماغ کے عمل کر چکنے کے بعد انسان کا ظاہری وجود معترضہ بات یا فعل کے

بارے میں کیا رو یہ اختیار کرتا ہے، یہ ایک جداگانہ موضوع ہے اس لیے ہم اسے یہاں نہیں چھیڑیں گے۔

نقالی یا نکتہ چینی انسان کے ظاہری وجود کے افعال ہیں اس کے اندرونی وجود کا کام صرف مفید تجویز میں پیش کرنا اور اچھی صلاحیتیں یا مشورے دینا ہے۔ اگر آپ کم ہمت ہونے کے باوجود اندرونی طور پر ایک باہمت اور حوصلہ مند انسان بننے کی خواہش دل میں لیے ہوئے ہیں تو یہ آپ کے لاشعور یا تحت شعور کی تجویز ہے وہ آپ کو آپ کے بھلے کی بات سمجھا رہا ہے۔

لاشعور یا تحت شعور انسان کی ظاہری وجود کا ماتحت یا اس کی تقلید کا پابند نہیں ہے وہ ایسی تجویز بھی پیش کر سکتا ہے۔ جو ظاہری وجود کے خیالات اور ارادوں سے مختلف ہوں۔ بعض اوقات، بلکہ بیش تر اوقات، اس کی تجویز اور مشورے ظاہری وجود کے خیالات اور افعال کے بالکل برعکس، یعنی ان کی ضد بھی ہو سکتے ہیں۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ معلوم کرنا آپ کے لیے ضروری ہے کیوں کہ اس راز سے آگاہی حاصل کیے بغیر آپ خود کو صحیح مشورے نہ دے سکیں گے یہی نہیں، آپ ان مشوروں کی نوعیت بھی نہ سمجھ سکیں گے چنانچہ ان پر صحیح طریقے سے عمل درآمد نہ کر سکیں گے۔

جب آپ کسی کام میں محو ہوتے ہیں اس دوران میں آپ وقت کے گزرنے سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی آپ کو بتاتا ہے کہ دوپہر کے کھانے کے وقت ہو گیا ہے تو آپ چونک کر کہتے ہیں۔ "ارے! اتنے جلد!" اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہ کہ وقت دو قسم کا ہے۔ ایک وہ جس کا تعلق آپ کے بیرونی وجود سے ہے، دوسرا وہ جو آپ کے اندرونی وجود سے متعلق ہے۔ پہلا وقت کلاک کا بتایا ہوا وقت ہوتا ہے دوسرا تجربے کا بتایا ہوا۔

میں اس بات کو ایک مثال سے واضح کرتا ہوں۔ ایک صاحب کا بیان ہے کہ
 "ایک مرتبہ میں ایک ہوائی جہاز میں سوار تھا جو مجھے وڈراک سے فیڈر لے جا
 رہا تھا اور مجھے اسی ہوائی جہاز سے جلد از جلد واپس بھی آنا تھا۔ میں چونکہ فضائی سفر
 سے نفرت کرتا ہوں اس لیے میں نے یہ تصور کرنا شروع کر دیا کہ میں اپنے دفتر واقع
 یارک ریو سے اپنے گھر جا رہا ہوں جو لگژری پارک میں ہے۔ میرے اس طرح تصور
 کرنے سے مجھے یہ ذہنی آرام ملا کہ ہوائی سفر آسان ہو گیا۔"

میں نے اس ذہنی آسودگی میں مزید اضافے کے لیے دفتر سے گھر تک سفر کے
 مختلف مرحلے ذہن کے پردے پر منعکس کرنے شروع کر دیئے۔ کس طرح میں دفتر
 کے باہر نکلتا ہوں، کس طرح بس میں سوار ہوتا ہوں، کس طرح لیکس پر بس سے
 اترتا ہوں، کس طرح اسٹیشن پہنچ کر ایوننگ اسٹینڈرڈ کی ایک کاپی ریلوے بک سٹال
 سے خریدتا ہوں اور کس اپنے گھر کی طرف تیز چال سے روانہ ہو جاتا ہوں۔ میں اس
 سفر کے بعد جب گھر پہنچا ہوں (میں نے تصور میں سوچا) اسی وقت ہوائی جہاز سے
 وڈراک پر اتروں گا۔ مگر جب ہوائی جہاز رن وے پر اترا اور میں نے گھڑی پر نظر
 ڈالی تو مجھے معلوم ہوا کہ میرے تصوری سفر نے مجھے دس منٹ پہلے اپنے گھر پہنچا دیا
 تھا۔"

اس سے ظاہر ہوا کہ تصور کی دنیا میں ظاہری (یا کلاک کے) وقت سے مختلف
 قسم کا وقت ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر جب میں یہ الفاظ لکھ رہا ہوں مجھے اس وقت کا شعور ہونے کی
 وجہ سے یہ احساس ہے کہ میرے خیالات میرے الفاظ اور لکھنے کے عمل سے آگے
 ہیں۔ ان خیالات کو گرفت میں لے کر قرتاس پر اتار لینا بڑا مشکل کام ہے۔ یہ ایسا
 ہی ہے جیسے آپ ایک کار چلانے کے دوران میں یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آپ اس

وقت کہاں ہیں۔ ہر چند منٹ بعد کار کو بریک لگاتے رہیں۔ برگسان نے بالکل ٹھیک کہا تھا کہ بیرونی وقت توجہ کو بانٹتے رہنے پر مشتمل ہے۔

اندرونی وقت اس وقت سے بالکل مختلف قسم کا وقت ہے۔ آپ کو اس کی نوعیت کا اندازہ کرانے کے لیے میں ایک مثال دیتا ہوں۔

کوئی ایسا موقع یاد رکھیے جب آپ لطف و انبساط کی دنیا میں کھوئے ہوئے ہوں۔ ان لمحوں میں وقت پر لگا کر اڑتا معلوم ہوتا ہے اور گھنٹے س طرح گزر جاتے ہیں جیسے منٹ گزرے ہیں۔

اس کے برعکس کسی ایسے موقعے کا تصور کیجئے جب آپ بوریت کا شکار ہو رہے ہوں۔ اس وقت لمحے بھی گھنٹے معلوم ہوتے ہیں۔

آپ نے جو وقت اس عالم میں گزار کر گھنٹے منٹوں کی طرح گزر گئے وہ آپ کا اندرونی وقت تھا۔

یہی وہ وقت ہوتا ہے جب آپ ظاہری یا بیرونی وقت کے دائرے سے باہر ہوتے ہیں اور آپ کا اندرونی وجود آپ پر قابض ہوتا ہے۔ ان عجیب لمحات میں آپ وقت کی قید سے چھوٹ کر کسی دنیا میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ دنیا سکون، صحیح غور و فکر و روزنی عروج کی دنیا ہوتی ہے اس دنیا میں پہنچنے کے بعد آپ اپنے ظاہری وجود سے باہر نکل جاتے ہیں۔ آپ کو زندگی، حالات اور واقعات ان کے صحیح ترین مقامات پر نظر آنے لگتے ہیں۔ پہنوازانے انسان کی اس ذہنی حالات کے بارے میں لکھا ہے۔

"اس حالت میں انسان کی آنکھ جادوآنی حالت کی تصویر دیکھتی ہے ان لمحات میں انسان کا ذہن وقت کی حدود میں محدود نہیں ہوتا اور یہ صرف مثبت انداز میں سوچتا ہے۔"

میں اس گفتگو کو اس لیے دانستہ طور پر دے رہا ہوں تاکہ آپ اپنے اندرونی وجود کو اپنی ترقی کا کارآمد وسیلہ بنا سکیں۔

آپ اپنے بچپن کا تصور کیجئے۔ آپ محسوس کریں گے کہ ایک بچے کا تصور وقت بڑوں کے تصور وقت سے مختلف ہوتا ہے بچپن کی بعض یادوں کے لازوال یا ناقابل فراموش ہونے کی وجہ یہی ہے۔ ایک شخص نے اپنے بچپن کا ایک تجربہ یوں بیان کیا ہے۔

"مجھے یاد ہے میں چار برس کا تھا تو ایک گرم دن اپنے گھر واقع بارکن ہیٹ کے باہر بیٹھا ہوا یہ کھیل کھیل رہا تھا کہ گرم گرم تار کول اٹھا کر اسے اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر اس کی گولیاں بنا رہا تھا۔ میونسپلٹی والے یہ تار کول پڑی کی ریلوں کے نکلڑوں کے درمیان ان کو جمانے کے لیے ڈال گئے تھے۔ یہ نرم تھا میں اپنی انگلیوں سے اسے پتھروں کی ریلوں کے درمیان سے نکالتا تھا اور اس کی گولیاں بناتا تھا۔ میں وقت سے بیگانہ تھا، یہی نہیں بلکہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں اس وقت کہاں ہوں مگر مجھے اس کا احساس تھا کہ میری پشت پر ان مکانوں کی ایک قطار ہے جن میں سے ایک مکان میں میرا خاندان رہتا سہتا ہے۔ یہ مکان قطار کے سرے پر تھا۔"

سڑک پر بسیں اور کاریں دوڑتی پھرتی تھیں۔ دن گرم تھا۔ سورج چمک رہا تھا۔ آسمان صاف تھا۔ یہ سب چیزیں مل جل کر میرے اندر لاشعور میں جذب ہو گئی تھیں۔ میرا خیال ہے انسان بچہ ہونے کی حالت میں دنیا کی اس حالت کی جھلکیاں دیکھتا رہتا ہے جسے صوفی لوگ وحدت الوجود کہتے ہیں۔

اس عہد میں انسان کو زندگی اس شکل میں دکھائی دیتی ہے جو اس کی اصل شکل ہے۔ یہ عہد طفلی کی ایک ایسی صفت ہے جو انسان میں اس کے بعد باقی نہیں رہتی۔ لوگ بچپن کی دیکھی ہوئی حالاتی تصویروں پر بڑپن کا رنگ چڑھا دیتے ہیں۔ یہ

ذہنیت یہ ہے کہ یہ نہ دیکھا جائے کہ اب کیا ہو رہا ہے۔ بلکہ یہ دیکھا جائے کہ کیا ہونے والا ہے۔ ہم اپنے بچپن کو بحیثیت مرد یا عورت دیکھتے ہیں۔ فرائڈ نے یہی کہا ہے۔ اسی لیے اس انسان کے عہد طفلی کا غلط نظریہ پیش کر دیا ہے۔ اس کے برعکس کرشنا مورتی نے موجودہ کا ذکر کیا ہے اس کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ انسان موجود کو نہیں دیکھتا۔ اگر وہ ایسا کرے تو وہ دنیا اور زندگی کو اس کی حقیقی شکل میں دیکھ لے موجود سے اس کا مطلب ہے زندگی اندرونی یا دائمی یا جادواں شکل میں (موجود سے انکار کی وجہ سے ہی کش مکش پیدا ہوئی ہے۔ کائنات کا حسن موجود سے ہے۔ اگر انسان موجود سے آشنا ہو جائے تو وہ اس حسن سے سیراب ہو سکتا ہے۔

ایک بچہ وہی دیکھتا ہے جو اسے دکھائی دیتا ہے اور وہ جو کھ دیکھتا ہے۔ اس میں انگریز شاعر ورڈز ورتھ کے بقول خواب جیسی ایک شان و شوکت اور صفائے منظر ہوتی ہے۔ اس کے لیے زندگی مزہ ہی مزہ ہوتی ہے۔

اگر اس پر مت کرو کا کوڑا نہ مارا جائے وہ زندگی کے اس مزے میں خود کو سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور اسکی کی مدد سے اپنے ماحول کا شعور پیدا کرتا ہے۔ یہیں سے اس کے تجربات کی ابتدا ہوتی ہے۔

کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ آپ کو اپنے بچپن کی چھوٹی چھوٹی باتیں اور معمولی معمولی واقعات کیوں یاد آتے ہیں؟ وہ کون سی طلسمی طاقت ہے۔ جو ان یادوں کو آپ کے ذہن کے پردے پر اس قدر صفائی کے ساتھ منعکس کرتی ہے؟ پھر تمام واقعات میں سے جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، صرف چند واقعات ہی کیوں یاد آتے ہیں؟ کیا درڈز ورتھ کے الفاظ میں وہ جادواں یا غیر قانونی زندگی کے اشارات ہوتے ہیں۔؟

بچے کے لیے ان واقعات میں سے بعض واقعات ایک معمے کے ابتدائی

نکلڑے ہوتے ہیں۔ اور بچے کو ایک وقت میں ایک ٹکڑا پیش کیا جاتا ہے۔ جس کی ماہیت اس پر برسوں بعد ظاہر ہوتی ہے اُس وقت یعنی بڑپن کے زمانے میں جب وہ حالات کی تصویر کو متشکل ہوتا دیکھتا ہے تو بعض دفعہ اسے یہ معلوم کر کے دھچکا لگتا ہے کہ یہ تصویر جھوٹی یا نقلی ہے۔ یہ اس دنیا کی تصویر ہوتی ہے جس میں اس کے ماں باپ یا سرپرستوں یا استادوں نے اسے زندگی بسر کرائی ہوتی ہے۔

زندگی کی جادوئی یا غیر فانی شکل دیکھنے میں جو چیزیں انسان کی راہ میں حائل ہوتی ہیں وہ ہیں انا یا ایغو، غرور، ذہنی تعصبات، وقت کے گزرنے کا شدید احساس اور یہ غم کہ ہم بوڑھے ہوتے جا رہے ہیں اور مر بھی جائیں گے ان موانع کی وجہ سے ہم زندگی کے جادواں رُخ کی جھلکیاں دیکھنے سے باز رہتے ہیں۔ ڈی ایچ لارنس کو یہ راز خواب اچھی طرح معلوم تھا۔ آڈس ہکسلے کے بقول وہ انسانی دماغ کے پرے واقع دوسری دنیا کی موجودی کو کبھی فراموش نہیں کر سکا۔ لارنس نے اپنی انظم حسن جادواں میں یہی خیال پیش کیا ہے۔

ایک نوجوان نے مجھ سے کہا۔

میں مسئلہ حقیقت الوجود کو سمجھنا چاہتا ہوں۔

میں نے اس سے پوچھا۔ کیا واقعی!

پھر میں نے دیکھا کہ نوجوان نے مڑ کر ایک طرف دیکھا۔

اس کی نظر آئینے میں اپنے عکس پر تھی۔

یہاں ان صاحب کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔

اس کا مفہوم چند الفاظ میں یہ ہے کہ انسان کو اپنے اندر بھی دیکھنا چاہیے۔ ایسا

کرنے سے باہر کے حالات صحیح طریقے سے سمجھنے میں رہ نمائی اور روشنی انہوں نے

اندر دیکھنے، کے بعض عملی طریقے بھی بتائے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ اپنے خول سے باہر نکلنے کی کوشش بار بار کیا کیجئے۔ انسان کا ایک وجود وہ ہے جو اس دنیا میں حالاتِ زندگی سے دوچار رہتا ہے اور جس پر مسائل کا بوجھ لدا رہتا ہے مگر اس کا دوسرا وجود ان کاموں سے الگ رہ کر صرف اس کی نگرانی کرتا ہے۔ پہلا وجود وقت کا صحیح رہبر ہے۔ یہ وجود آپ کو بتا سکتا ہے کہ آپ نے زندگی میں اس وقت تک کیا کیا غلطیاں کی ہیں اور اس وقت کیا غلطیاں کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی گفتگو، اندازِ گفتگو، خیالات، اظہارِ خیالات کے طریقوں، پیشے کے مشکلات اور آپ کے ان مشکلات پر قابو نہ پاسکنے کے وجوہ سب کچھ بتا سکتا ہے۔

۲۔ آپ کا وجود نمبر ۲ آپ کو یہ سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے کہ آپ اصل میں کیا ہیں، آپ میں کیا کیا خامیاں یا نقائص ہیں۔ اور آپ میں کون کون سی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔ آپ کا وجود نمبر ۲ ایمان دار اور دیانت دار وجود ہے، وجود نمبر ۱ میکانیکی طریق پر زندگی بسر کرتا ہے۔ جب کوئی اس کے کسی عمل یا بات پر اعتراض کرتا ہے تو یہ اپنے اور معترضوں کے درمیان رکاوٹیں کھڑی کرنے لگتا ہے یا کسی ایسے شخص کو تلاش کرتا ہے جو اسی جیسی خامیوں کا انسان ہونے کی وجہ سے اس کے افعال اور باتوں کی تعریف کرے۔ اگر آپ کے وجود نمبر ۲ کو اوروں سے داد و تحسین نہ ملے تو یہ ناراضگی ظاہر کرتا ہے۔ یہ دوسرے انسانوں کو آئینہ سمجھتا ہے اور خود کو ان کے چہروں میں دیکھتا ہے اور اس طرح دیکھتا ہے جس طرح دوسرے اسے دیکھتے ہیں۔ بعض چالاک لوگ اس کو یہ روش دیکھ کر ایسے بن جاتے ہیں جیسے اسے پسند کرتے ہیں اور اس طریقے سے اس سے ناجائز فائدے حاصل کرتے ہیں۔ اگر آپ اس وجود سے بارہ کھڑے ہو کر اپنے وجود نمبر ۲ کی بات سنے گے تو یہ وجود آپ کو بتا دے گا کہ آپ غلط جا رہے ہیں یا صحیح۔

۳۔ اگر آپ کلاک کے (ظاہری) وقت کی حدود میں رہیں گے تو آپ

ناخوش رہیں گے۔ حالات کو جاوداں کے رُخ سے دیکھنا کلاک کے وقت سے باہر نکل جانا ہے۔ کلاک کے وقت کی میں رہتے ہوئے آپ دیکھیں گے کہ بہت آہستہ آہستہ گزر رہا ہے چنانچہ آپ (مثال کے طور پر اپنا کام ختم کر کے گھر جانے کا انتظار میں) اضطراب اور بوریٹ محسوس کریں گے لیکن اگر آپ انہیں نظر انداز کر کے اپنا کام توجہ اور دلچسپی کے ساتھ کرتے رہیں گے تو جس وقت کا آپ کو انتظار ہوگا یہ جلد تر قریب آجائے گا۔ ہمیشہ موجود میں مجور رہیے۔ اس کا مطلب عمل کی اصطلاح میں یہ ہے کہ آپ جو کام کر رہے ہوں اس کی تکمیل کی طرف اپنی توجہ لگا دیجئے، خواہ یہ کام کتنا ہی معمولی یا غیر اہم ہو زندگی سے زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینا ہر اس انسان کا فریضہ ہے جو زندہ رہنا چاہتا ہو۔ زندگی دلچسپوں سے بھری پڑی ہے ہر وقت ہر لمحہ زندگی کی دنیا میں کوئی نہ کوئی دلچسپ بات یا کام ہوتا رہتا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ آپ کو اس کا علم ہو۔ زندگی کی لہر بہر وقت جاری رہتی ہے صرف اس آدمی کی زندگی ساکن اور غیر دلچسپ ہوتی ہے جو اسے متحرک اور دلچسپ نہ بنائے اور اسے متحرک اور دلچسپ بنانے کا طریقہ یہی ہے کہ آپ خود اپنے مشیر اور صالح کار بننے، اپنے اندرونی وجود سے رجوع کیجئے اور وہ آپ کو رہنمائی کی جو روشنی دے اس کی جوت میں ترقی کے راستے پر تیزی سے آگے قدم بڑھائیے۔

شریک زندگی سے مدد لیجئے

اندرونی وجود کی ہدایات پر عمل کرنے کے سلسلے میں اگر آپ کی شریک زندگی آپ کی معاون بن جائے تو آپ کا کام بہت آسان ہو جائے گا۔

اس کی معاونت یا امداد کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟

پارکس اینڈ ایکویپمنٹ کمپنی کے مالک مسٹر جی آر پارکس نے ایک انٹرویو کے دوران کہا:

"یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کوئی شخص بالکل ویسا بن سکتا ہے جیسا وہ بننا چاہتا ہو مگر وہ جس رفتار پر خود کو تہل کر سکتا ہے اس میں تیزی آسکتی ہے اگر اس کی بیوی اس جدوجہد میں اس کی امداد کرے۔ شوہر پر اس کی رفیق حیات کے طرز عمل خیالات، عقائد اور نظریات کا بڑا گہرا اثر پڑا کرتا ہے۔"

میری بیوی کو میرے ساتھ شادی ہونے سے پہلے دنیا کی ہر نعمت اور ہر راحت میسر تھی۔ اسکے والدین امیر لوگ تھے انہوں نے اسے بڑے ناز و نعم سے پالا تھا اور بہترین قسم کی تعلیم کے علاوہ اعلیٰ ترین تربیت کے زیور سے بھی آراستہ کیا تھا۔ اس کے لیے اس کا گھر ہر قسم کی مسرتوں کا گہوارہ تھا۔ غرض اُسے دنیا میں کسی شے کی کمی نہ تھی۔ ادھر میرا حال یہ تھا کہ میرے پلے زر مال تھا، نہ میں نے کوئی خاص تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے علاوہ میرے پاس ایسے ذرائع بھی نہیں تھے جن سے میں ترقی کے راستے پر نکال سکتا۔ البتہ میرے پاس ایک چیز ضرور تھی جس پر مجھے ناز تھا۔ وہ تھی کچھ کرنے اور کچھ بن کر دکھانے کا جذبہ، جو جنون کی حد تک بڑا ہوا تھا۔

"جب میری شادی ہوئی تو ازدواجی زندگی کی ابتدائی دور میں جب میں جدوجہد میں مصروف تھا، مجھے بار بار نا کامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مگر میری شریک زندگی نے ہر مرتبہ میرا حوصلہ بڑھایا اور مجھ میں ترقی کی جدوجہد جاری رکھنے کے جذبے

کو ہر طریقے سے زندہ رکھا۔"

مسٹر پارکس نے جو کچھ بیان اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ یہ بھی آپ انہیں کی زبان سے سنیے۔

ایک مرد کا ولولہ اس کی شریک زندگی کی تعریف کرنے اور ہمت بڑھانے سے دس گنا بڑھ جاتا ہے۔ میری کامیابی کا حقیقی راز میری شریک زندگی کی حوصلہ افزائی ہے۔

یہی ہے وہ بہترین امداد جو ایک مرد بیوی سے لے سکتا ہے۔ اس امداد سے ایک شخص کو کتنا زبردست فائدہ ہوتا ہے اس کی صحیح وضاحت مسٹر پارکس ہی کی زبانی سنیے انہوں نے کہا۔

میں براعظم امریکا کے کامیاب ترین انسانوں میں شمار ہوتا ہوں مگر میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے جتنی کچھ کامیابی حاصل ہوئی ہے یہ میری شریک زندگی کی مسلسل حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے۔

مسٹر پارکس سے پوچھا گیا۔ آیا کہ آپ کی شریک زندگی سے ان کے والدین نے آپ کی کاروباری زندگی کے کسی مرحلے میں آپ کی مالی امداد بھی کی؟

موصوف نے بتایا وہ مالی امداد کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے مگر مجھے اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی اور اگر ضرورت پڑ جاتی تو میں اسے کہیں اور سے پورا کرتا۔ مجھے بیوی یا سسرال سے روپیہ لے کر کام کرنا ہرگز گوارا نہ ہوتا۔ میری بیوی کو میری اس افتاد طبع کا حال معلوم ہے اس لیے اس نے کبھی ایسی کوئی پیش کش کرنے کی غلطی کا ارتکاب نہیں کیا جو اس کی ذہانت اور فہم و فراست کی بڑی روشن دلیل ہے۔

مسٹر پارکس کے ان الفاظ سے ثابت ہے کہ ایک مرد پر اپنی شریک زندگی کی محض حوصلہ افزائی کا اثر کتنا گہرا پڑتا ہے۔ نیز یہ اثر کارگر ہوتا ہے۔

مسٹر پارکس نے جس زمانے میں یہ انٹرویو یا ان دنوں ان کی بیوی سن رسیدہ ہو چکی تھیں اور خینف اُلٹھہ ہونے کی وجہ سے قدرے علیل رہنے لگی تھیں مگر شوہر کی سرگرمیوں سے ان کے لگاؤ کا وہی عالم تھا۔ مسٹر پارکس نے بتایا وہ میری خاطر شادال و فرحان رہنے کی کوشش کرتی ہیں اور اس عمر میں بھی انہیں میری فکر ہے۔ وہ میرا حوصلہ بڑھاتی رہیں۔ روزانہ جب میں گھر سے روانہ ہوتا ہوں وہ مجھ سے اس دن کے پروگرام کے بارے میں پوچھتی ہیں اور مناسب طور پر میری حوصلہ افزائی کرتی ہیں پھر جب شام کو میں گھر پہنچتا ہوں تو وہ مجھ سے دن بھر کے کوائف سنتی ہیں ان کے یہ ارمان ہیں کہ میں ملک کا سب سے زیادہ کامیاب انسان بن جاؤں اور میری دعا ہے کہ میں ان کے ارمانوں کا اہل بن کر دکھاؤں۔

اب آپ کو بیوی کی امداد کی نوعیت کا صحیح اندازہ ہو گیا ہوگا۔ میں اس بیان میں عملی اشارات کا اضافہ کرتا ہوں۔ آپ یہ سطور اگر آپ شادی شدہ ہیں اپنی شریک زندگی کو پڑھوادیں۔

ہر شادی شدہ عورت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اپنے رفیق حیات کو ویسا انسان بننے میں مدد دے جیسا وہ بننا چاہتا ہے۔ مگر شوہر میں عیب نکالنا یا اپنے کسی رشتہ دار یا شوہر کے کسی رشتہ دار یا کسی کامیاب اور ترقی کن پڑوسی کی مثال کے کرچہ اتے رہنا، یہ فریضہ انجام دینے کا بالکل غلط طریقہ ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ بعض خواتین ایسا ہی کرتی ہیں اور اس طرح شوہر کے جذبہ ترقی کو تیز گام کرنے کے بجائے اسے مجروح کر دیتی ہیں۔

انہیں یہ نہیں کرنا چاہیے کہ شوہروں کو ہر وقت کھجانی رہیں۔ انہیں شوہروں کا دل بڑھانا چاہئے۔ ان کے کاموں کی تعریف کرنی چاہیے اور اگر ان سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو جائے تو اسے نظر انداز کر دینا چاہیے۔

میری یہ بات مردوں کی بے جا طرفداری کے جذبے کی پیداوار نہیں ہے۔ یہ علم نفسیات کا ایک کارآمد نکتہ ہے۔ ایک شوہر کا اپنی بیوی کی تعریف سے اتنا دل بڑھتا ہے کہ اگر وہ قابل انسان نہ ہو تو ویسا بن کر دکھانے کے لیے اپنا پورا زور لگا دیتا ہے۔ سب سے بڑی بات، جو اس سے بھی زیادہ اثر دکھاتی ہے۔ یہ کہ اس میں بیوی کے کلمات تحسین سے خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ اس مرحلے پر مجھے بعض عورتوں کے اپنے شوہروں پر نکتہ چینی کرنے کی وجہ بھی بیان کرنی چاہیے۔

ایسی عورتوں نے اپنے ذہنوں میں شوہر کا جو تصور قائم رکھا ہوتا ہے یا والدین وغیرہ نے قائم کر دیا ہوتا ہے۔ اگر ان کے شوہر اس معیار پر پورے نہ اتر رہے ہوں تو انہیں نکتہ چینی، طعن تشنیع، اوروں کی نقالی کی تاکید ناراضگی، لڑائی جھگڑے، غرض ہر اس ممکن ذریعے سے جو ان کے امکان میں ہوتا ہے، اپنے مطلب کے شوہر بنانے کی انتہائی کوشش کرتی ہیں۔

مشاہدہ ظاہر کرتا ہے کہ اس قماش کی عورتیں موٹر کار، بیش قیمت لباس، فضول خرچی، ہر بات اور ہر کام میں نمود و نمائش، عالی شان کوٹھی، امیر خاندانوں سے تعلق رکھنے والی سہیلیوں اور قریب قریب روزانہ محض تفریحاً تقریبات کی بے حد شائق ہوتی ہیں۔

یہ بات محتاج وضاحت نہیں کہ کاریں خریدنے، کثیر تعداد میں بڑھیا لباس فراہم کرنے، نمود و نمائش پر روپیہ پانی کی طرح بہانے اور روزمرہ مالدار عورتوں کو ضیافتیں اور پارٹیاں دینے کے لیے انہیں ہر وقت بڑی بڑی رقموں کی ضرورت پڑتی رہتی ہے اس لیے قدرتی طور پر وہ چاہتی ہیں کہ ان کا شوہر اس قسم کی ترقی مسلسل کرتا رہے جس میں ان کے مسلسل مالی مطالبات پورے ہو سکیں۔

ادھر تو اس قسم کی عورتوں کا یہ و طیرہ ہوتا ہے ادھر مردوں کی حالت یہ ہے کہ ہر

مرد رکیس نہیں ہوتا (اور نہ ہو سکتا ہے) چنانچہ ایسی بیویوں کے بیشتر شوہران کے مطالبات پورے کرنے سے قاصر رہتے ہیں اور مردوں کی بیویاں اپنی افتادِ طبع کے مطابق اس صورت حال سے ناخوش رہتی ہیں اور اپنی اس ذہنی کیفیت سے مجبور ہو کر اپنے شوہروں کو ترقی کی جانب پوری قوت سے دھکیلتی رہتی ہیں۔

لیکن میں اس قسم کی عورتوں کو یہ راز اعلانیہ بتاتا ہوں کہ ایک مرد اپنی بیوی کے اس طرح دھکیلنے سے ترقی نہیں کیا کرتا۔ اس قسم کی عورتوں اور دیگر تمام خواتین کو بھی (یہ نکتہ ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ کہ ایک مرد اپنی شریکِ زندگی کی جانب سے حوصلہ افزائی ہونے کی حالت ہی میں ترقی کیا کرتا ہے۔

ہر شادی شدہ عورت کو اپنے شوہر کے بارے میں پہلے یہ اندازہ قائم کرنا چاہئے کہ اس میں کون کون سی صلاحیتیں موجود ہیں۔ پھر ان میں سے جو صلاحیتیں خوابیدہ ہیں (یعنی جن سے اس کا شوہر آگاہ نہ ہو) انہیں جھوڑ جھوڑ کر بیدار کرنا چاہئے۔ جب یہ عمل مکمل ہو جائے گا تو اس کا شوہر کچھ کرنے اور کچھ بننے کے عزائم کا زبان اور عمل سے اظہار کرنے لگے گا۔ اس کی شریکِ زندگی کو شوہر کے قرب کی وجہ سے اس کے بارے میں جو پوسٹ کنڈہ حالات معلوم ہوں گے ان کی مدد سے ہو اس مرحلے پر بات تازہ کی جاسکتی ہے کہ آیا اس کا شوہر اپنی پسند کی ترقی کرنے پر قادر ہے یا نہیں ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو بیوی کو چاہئے کہ اسے بات سمجھائے لیکن اگر وہ جو کچھ بننے کا عزم رکھتا ہے وہ بن سکتا ہے تو اس کی بھرپور امداد کرے۔ اس امداد کی عملی شکل یہ ہے کہ شوہر کی ہر بات اور ہر کام کی تعریفیں کرے، اس کے ہر کارنامے کی دل کھول کر داد دے اور اس کی ان اوصاف کو اس طرح سراہے کہ شوہر کے دل میں اپنے ان اوصاف کا احساس زیادہ سے زیادہ قوی ہو جائے۔

بعض عورتوں میں بعض مرد اپنے عزائم کو عملی شکل دینے کی جدوجہد کے دوران

میں اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ کوئی ان کی خود اعتمادی کو تقویت دے۔ یہ کام ان کی بیویوں کو کرنا چاہیے اور اسے انجام دینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ شوہروں کو بار بار اس بات کا یقین دلائیں کہ ان میں خود اعتمادی کی بدرجہ اتم موجود ہے۔ انہیں اس قسم کے فقرے بار بار کہنے چاہئیں۔

تہیں وہ موقع یاد ہو گا جب تم نے اپنے انفر سے یہ کہا تھا کہ مجھے کو بعض ایسی مددیں ترک کر دینی چاہئیں جو فضول خرچی کی مد میں آتی ہیں اور اس کی دریافت کرنے پر وہ مددیں کون سی ہیں تم نے جو مددیں شمار کروانی تھیں وہ اگلے ہی روز ترک کر دی گئی تھیں۔ تم نے یہ بات خود اعتمادی کی وجہ سے کہ تھی اس لیے تم میں خود اعتمادی ہے۔

ایک شہرہ آفاق ماہر نسوانیات نے اپنی ایک کتاب میں لکھا ہے: "ایک شادی شدہ عورت کو اپنے شوہر سے یہ کبھی نہیں کہنا چاہئے کہ وہ ناکام ہے۔ اسے سوچنا چاہئے کہ اگر اس کا شوہر اپنا کام قابل قبول طریقے سے نہ کر رہا ہوتا تو سارے انفر نے اسے ملازمت سے برخاست کر دیا ہوتا۔ کون کسی کو مفت کی تنخواہ دیا کرتا ہے۔ اس کے نالائق شوہر سے مذکورہ انفر نے کہہ دیا ہوتا کہ تم یہاں کام نہیں کر سکتے، اپنی سواری بڑھاؤ۔ اگر خدا نخواستہ کسی عورت کے شوہر کے ساتھ یہ سانحہ بھی پیش آ جائے تو بھی بیوی کو شوہر کے نالائق یا ناکام ہونے کی بات ہرگز زبان پر نہیں لانی چاہئے۔ یہ اس کا منصب نہیں۔ یہ زندگی کی نفسیات کا ایک اہم نکتہ ہے کہ ایک شخص کے گھر کی چہار دیواری کے اندر اس کے بارے میں یہی سمجھا جانا چاہئے کہ وہ کامیابی حاصل کرنے کا اہل ہے۔

وہ عورتیں جو اپنے شوہروں سے اس قسم کی باتیں کہتی رہتی ہیں کہ تم کے ابو! تم کچھ بھی نہ بن سکو گے وہ انہیں حوصلہ شکنی کر کے اور بھی نا اہل بنا دیتی ہیں اس کے

برعکس ایک مرد اپنی شریک زندگی کی ہمت افزائی سے اپنی زندگی کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ اس کی مثال دوسری عالمگیر جنگ کے ایک بہادر سپاہی کی زندگی کا یہ واقعہ ہے۔

وہ جنگ کے دوران میں ایک موقع پر زخمی ہوا تو اس کی ایک ٹانگ بُری طرح زخمی ہو گئی۔ چند دن میں اس کے زخم مندمل تو ہو گئے مگر اس پر جا بجا ان کے نشانات رہ گئے۔ جب اسے چھٹی ملی تو چونکہ اسے سمندر میں پراکی کا بہت شوق تھا۔ وہ اپنی بیوی کے ہمراہ ساحل سمندر پر گیا۔ وہ سمندر میں اتر اور کافی دیر تک پراکی کرتا ہر اچھر ساحل کی ریت پر لیٹ کر دھوپ لینے لگا مگر بہت جلد اسے محسوس ہو گیا کہ لوگ اس کی ٹانگ کے زخموں کو گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔ اس سے پہلے اس نے ان نشانات کے بارے میں کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ یہ لوگوں کی نظر میں عیب ہو سکتے ہیں مگر وہ اس وقت اسے محسوس ہوا کہ لوگ انہیں جسمانی عیبوں میں شمار کرتے ہیں۔ خیر وہ دن تو گزر گیا مگر اگلی اتوار کو جب اس کی بیوی نے یہ تجویز پیش کی کہ انہیں وہ دن ساحل سمندر پر گزارنا چاہیے تو اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے یہ عذر پیش کیا کہ وہ دن بھر آرام کرنا اور سستانا چاہتا ہے لیکن اس کے بیوی تاڑ گئی کہ اس کے انکار کرنے کے اصل وجہ کچھ اور ہے۔ اس نے شوہر سے کہا میں جان گئی ہوں کہ تم وہاں جانے سے کیوں گریز کر رہے ہو۔ تم اپنی ٹانگ کے زخموں کے نشانات کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہو گئے ہو۔

"اس کے شوہر نے تسلیم کیا کہ یہی بات ہے۔ اس کی بیوی نے اس سے ایک ایسی بات کہی جسے سننے کے بعد وہ ساحل سمندر پر جانے کے لیے بخوشی آمادہ ہو گیا اس کی بیوی نے کہا:

"یہ نشانات جو تمہاری ٹانگ میں ہیں زخموں کے نشان نہیں ہیں۔ یہ حوصلہ

مندى، جرات اور شجاعت کے تمنغے ہیں۔ انہیں چھپانے یا ان پر شرمندہ ہونے کے کیا ضرورت ہے۔ یہ تمہیں اعزازات کے طور پر ملے ہیں۔ جب کبھی تم ان کا خیال کر کے احساس کمتری میں مبتلا ہوا کرو میری یہ بات ذہن میں تازہ کر لیا کرو۔ پھر تم اس احساس میں مبتلا نہ ہو گئے۔"

آپ کی بیوی کو آپ کے پیشے سے واقف ہونا چاہیے۔

بعض ملکوں میں بعض ادارے اس قسم کی تقریبات منعقد کرتے ہیں جن میں ملازمین کی بیویوں کو شوہروں کی رفتار ترقی تیز کرنے کی ترکیبیں بتائی جاتی ہیں۔ ایک ملک میں ایک ایوان تجارت نے سیلز مین شپ کا ایک عملی کورس شروع کیا۔ یہ پانچ دن تک جاری رہا۔ اس میں تقریباً پانچ سو سیلز مین شریک ہوئے۔ تقریب کے آخری دن ان لوگوں کی بیویاں کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس روز ایک خصوصی پروگرام پیش کیا گیا اس میں حاضرین کو وہ طریقے اور ڈھنگ بتائے گئے جو کسی سیلز مین کی شریک زندگی کو اس غرض سے اختیار کرنے چاہئیں کہ وہ اسے فروخت کو ترقی دینے کے لیے زیادہ سرگرمی کی تحریک دے۔

اس تقریب میں مشہور ترقی آموز کتاب، نئی زندگی بسر کیجئے کے مصنف ڈاکٹر ڈیوڈ گائی پاورز کو بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا تھا۔ پروگرام کے اختتام پر ان سے درخواست کی گئی کہ وہ بھی پروگرام کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ ڈاکٹر پاورز اس پر بخوشی آمادہ ہو گئے۔ انہوں نے تقریب کی شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔

ہر سیلز مین کی شریک حیات کو اس قاعدے پر عمل درآمد کرنا چاہیے کہ روزانہ صبح ہی اپنے شوہر کے دل و دماغ میں یہ یقین تازہ کرنا ضروری ہے کہ وہ ہر مشکل سے مشکل کام کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر پادرز نے اہل محفل کی تلقاریوں کے درمیان کہا۔

ایک سیلز مین پر اپنے گھر سے دفتر روانہ ہوتے وقت یہ کیفیت طاری ہوئی
چاہیے کہ وہ فوراً مسرت سے سیٹیاں بجا رہا ہو۔

ڈاکٹر پادرز نے وہاں موجود عورتوں کو خوشحال زندگی کا نسخہ بتائے ہوئے اپنے
ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

"یہی وہ طریقہ ہے جس سے تماری آمدنی روز افزوں رفتار سے بڑھ سکتی ہے
اور اسی طریقہ سے ایک شادی شدہ خاتون اپنے رفیق حیات کو اس کے دل پسند
مقاصد کے حصول میں مدد بھی دے سکتی ہے۔"

ڈاکٹر پادرز نے اس طریقے پر عمل درآمد کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا "آپ
کاشو ہر خواہ کتنا ہی بد صورت یا بد وضع مرد کیوں نہ وہ، آپ اس سے ہمیشہ یہی کہا
کریں کہ آپ کو اس سے زیادہ وجیہہ مرد اور کوئی نظر نہیں آتا" یہ شوہروں کو ترقی کی
شاہراہ پر تیزی سے گامزن کرنے کی ان چند ترکیبوں میں سے ایک ترکیب ہے جو
ہمیشہ بے حد کارگر ثابت ہوتی ہیں۔ ایک اور ترکیب ڈاکٹر پادرز کے الفاظ میں یہ
ہے۔

"ایک خاتون کو اپنے شوہر کی خوبیوں کا ذکر بار بار کرنا چاہیے۔ جبکہ اس کی
خرابیوں کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لانا چاہیے اور جہاں تک اس کے
عیبوں کا تعلق ہے ان پر بیوی کو پروا ڈالنا چاہیے۔"

ڈاکٹر پادرز نے اپنے اس خطاب کا اختتام ان زندگی بخش اور حیات افروز
الفاظ پر کیا (جو واقعی سونے کے حروفوں میں لکھنے کے قابل ہیں۔)

"بھلی عورتو! تمہارے لئے دنیا کا سب سے بھلا کام یہ ہے کہ اپنے اپنے
شوہروں سے بار بار یہی کہتی رہو کہ انہیں حوصلے اور ہمت سے قدم آگے بڑھانا

چاہیے۔ اس طرح وہ حصول کامیابی کی بازی با آسانی جیت سکیں گے اور تم دیکھ لینا، وہ بازی جیت ہی لیں گے۔"

ڈاکٹر پاورز ترقی اور کامیابی کے اصول وضع کرنے کے ماہر مانے جاتے ہیں۔ اگر ان جیسے ماہر آدمی کی رائے میں ایک عورت کی جانب سے اپنے رفیق حیات کی ترقی میں امداد کا بہترین یہی ہے تو کیا حرج ہے اگر شادی شدہ خاتون اسے کم از کم آزما کر ضرور دیکھ لے۔

اب اگر مرد میری ایک صلاح مانیں تو ان کی بیویوں کے لیے اس کام میں آسانی ہو جائے گی۔ یہ صلاح کسی قدر ذاتی سی ہے لیکن میرے مد نظر مردوں ہی کا مفاد ہے وہ اس کتاب کی ایک ایک کاپی خرید کر اس کی نہایت عمدہ سی جلد بندھوا کر اپنی اپنی بیویوں کو بطور تحفہ دیں نمبر ۱۔

اگر ان کی بیویاں یہ کتاب پڑھ لیں تو اس میں کچھ نقصان تو ہے نہیں۔ جہاں تک خواتین کا تعلق ہے میں ان سے یہ کہوں گا کہ اگر وہ اپنے شوہروں کی تعریفیں کرتی رہیں تو اس میں ان کا بھی کوئی نقصان نہ ہوگا اگر اور کچھ نہ بنا تو ان کے شوہروں کے دل ہی خوش ہو جائیں گے اور ان کا پہلے سے زیادہ خیال رکھنے لگیں گے۔ ویسے تاریخ ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے کہ صرف چند کلمات تعریف نے ناکامیوں کو شاندار کامیابیوں میں تبدیل کر دیا۔

بعض ترقی یافتہ ملکوں میں بیوی کا اپنے شوہر کے پیشے کے بارے میں معلومات رکھنا شوہر کی ترقی میں اتنا بڑا محرک ثابت ہو چکا ہے کہ ان ملکوں کے اہل صنعت کے منظم منصوبوں کے ذریعے ملازموں کی بیویوں کو اپنے شوہروں کے پیشے کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے۔

ان ملکوں کے بعض صنعتی ادارے اس سلسلے میں مستقل رسالے شائع کرتے

ہیں، جو ملازموں کی بیویوں کو بلا قیمت فراہم کیے جاتے ہیں۔ ہر چند یہ ضروری نہیں کہ یہ رسالے پڑھ کر انہیں اپنے شوہروں کی پیشہ وارانہ زندگی سے زیادہ لگاؤ ہونا ہے۔ اس صلاح میں کمترین بھی مصنف کا شریک عرض ہے۔ پبلشر پیدا ہو جاتا ہو لیکن کم از کم فریقین کے درمیان فاصلے ضرور گھٹ جاتے ہیں۔ اس صورت حال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان کے تعلقات میں سکون اور ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے مالکان صنعت کو فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ جب ان کارکنوں کی بیویاں اپنے شوہروں سے راضی رہ کر ان کی طرح امداد کرنے لگتی ہیں تو وہ زیادہ کام کرتے ہیں۔

سوزر رلینڈ کے ایک مقام آوری لیکون میں ایک کارخانہ ہے جس میں مشینیں تیار کی جاتی ہیں۔ اس کے مالکان اپنے کارکنوں کی بیویوں کے لیے باقاعدگی سے ایسی تقریبیں منعقد کرتے ہیں جن کے دوران انہیں اس کارخانے کی تیار کی ہوئی مشینیں دکھانی جاتی ہیں اور ان کے بارے میں دلچسپ انداز سے یہ بھی تفصیل کے ساتھ واضح کیا جاتا ہے کہ یہ کس طرح تیار ہوتی اور کیوں کر کام کرتی ہیں نیز اس وقت کس مشین پر کون کون سے اشخاص کام کر رہے ہیں۔

اس منصوبے پر عملدرآمد سے کارخانے کے مالکوں کو جو گونا گوں فائدے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ کارکنوں کی بیویاں کام کی بہتری کے سلسلے میں تجویزیں پیش کرتی ہیں۔ جن میں سے متعدد تجاویز مان بھی لی جاتی ہیں۔

شریک زندگی کی ذہانت شوہر کے لیے باعث ترقی ہوتی ہے۔

مشہور و معروف کتاب "ٹو دیز ویمن" میں بتایا گیا ہے کہ ایک عورت اس کارخانے کی سیر کرنے کے لیے گئی جس میں اس کا شوہر کام کرتا تھا۔ اس وقت وہاں اس کا شوہر ایک مشین چلا رہا تھا۔ اس عورت نے شوہر کو کام کرتے ہوئے دیکھا تو

اس کے ذہن میں فوراً بہتری کی ایک تجویز آگئی۔ شام کو جب اس کا شوہر گھر آیا تو اس نے اپنے مرد سے کہا تمہاری مشین میں جو لیور اس کے سر پر لگا ہوا ہے اس کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ اگر اس لیور کے بجائے مشین کے زیریں حصے میں پاؤں سے چلایا جانے والا پیڈل لگا ہوا ہو تو مشین کم وقت میں زیادہ چلے گی۔

اس عورت کی یہ بات اس کے شوہر کو معقول معلوم ہوئی۔ اس نے اپنے مالک کو بتائی۔ مالک نے بھی اس کی معقولیت تسلیم کر لی۔ مشین میں اس عورت کی تجویز کردہ تبدیلی کر دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مشین کی رفتار بڑھ گئی جس سے اس کی پیداوار میں بیس فی صد اضافہ ہو گیا۔ مالک کارخانہ نے اس عورت کو ساڑھے تین سو ڈالر بطور انعام دیئے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی مرد کی شریک زندگی کو اس کے کام سے واقفیت ہو تو وہ اپنی ذہانت سے کام لے کر اس کے بارے میں مفید قابل عمل تجویز بھی پیش کر سکتی ہے۔

میں جب کبھی ٹالٹائی کی غیر فانی کتاب "وار اینڈ پیس" پڑھتا ہوں تو یہ واقعہ میرے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے کہ اس کی بیوی نے اس کا مسودہ سات مرتبہ اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا اور ہر مرتبہ اپنی ذہانت سے اس میں ایسی ترمیمات کرتی گئی تھی جن سے کتاب کا معیار بلند تر ہوتا چلا گیا تھا۔

انگریزی زبان کے غیر فانی ناول نگار انتھنی ٹرولوپ کی شریک زندگی اس کے ہر ناول کا مسودہ پڑھتی تھی اور اس میں جو قابل اعتراض باتیں ہوتی تھیں۔ ان کی نشان دہی کرتی تھی۔ اس سے اس کے شوہر کو بہت فائدہ پہنچتا تھا۔ اس دلچسپ صورت حال کا ذکر ٹرولوپ نے اپنی خودنوشت سوانح عمری میں کیا ہے۔

فرانسیسی مصنف الفانسو ڈودے اس اندیشے سے شادی نہیں کرتا تھا کہ متاثر

زندگی کے بارے اس کا تخیل مُردہ ہو جائے گا۔ مگر جب اس کی ملاقات جُولی آلا را جیسی لڑکی سے ہوئی تو اس نے اپنی رائے بدل دی اور جُولی سے شادی کر لی وہ بڑی ذہین عورت ثابت ہوئی۔ انفانسو کی بہترین تصانیف وہی ہیں جو اس نے جُولی کے ساتھ شادی ہو جانے کے بعد پیش کیں۔ اس کی بیوی کی تنقیدی نظر بڑی تیز تھی چنانچہ انفانسو کو جُولی کی ہر رائے کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا۔

انفانسو دودے کے بھائی نے ایک جگہ لکھا ہے۔

”میرے بھائی نے کوئی ایک سطر بھی ایسی نہیں لکھی جس میں میری بھانج نے

تنقیدی نظر نہ ڈالی ہو۔“

سویٹز لینڈ کا مشہور معروف کیمیا دان ہبر نیچرل ہسٹری کے بعض شعبول میں سند مانا جاتا ہے، خاص کر شہد کی مکھیوں کے بارے میں اس کے مشاہدات برے قابل قدر سمجھے جاتے ہیں۔ اسے اس علم کے مطالعے اور تحقیق پر جس ہستی نے آمادہ کیا تھا وہ اس کی شریک زندگی تھی۔ ہبر سترہ برس کی عمر میں اندھا ہو گیا تھا مگر اس کے باوجود اس نے نیچرل ہسٹری کا مطالعہ کر لیا کس طرح؟ اس کی بیوی نے پڑھنے، مشاہدہ کرنے اور تجربے کرنے کے کام اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ ہبر اپنے علم کی مدد سے صرف ہدایات دیتا تھا اور تجربات کے نتائج زبانی بول کر قلمبند کرا دیتا تھا۔

”جو ہر عورت جانتی ہے“ اس ڈرامے کا نام ہے جو سر جمیز ہنری کا شاہکار تسلیم

کیا جاتا ہے اس کے ایک منظر میں ایک نسوانی کردار میگی وانلی روزانہ رات کے وقت جب بستر پر دراز ہوتی ہے تو سونے سے کچھ دیر پہلے قانون کی اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرتی ہے، جو اس کے مینگلز کے زیر مطالعہ ہے اس کے بھائی اس عجیب شغل کی وجہ دریافت کرتے ہیں تو میگی انھیں بتاتی ہے۔

”میں نہیں چاہتی کہ جو باتیں میرے مینگلز کو معلوم ہوں وہ مجھے معلوم نہ

ہوں۔“ ایک مرد کی ترقی میں اس کی شریک حیات کس طرح مدد کر سکتی ہے؟ اس موضوع پر میری گفتگو کسی قدر طویل ہو گئی ہے۔

اس کی کئی وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ترقی کے موضوع پر نفسیات کی جتنی کتابیں اس وقت تک میری نظر سے گزری ہیں ان میں سے کسی میں اس موضوع پر مجھے کچھ نہیں ملا حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ موجودہ دور میں خواتین چونکہ بہت کافی ترقی کر چکی ہیں اس لیے مردوں کا اپنی بیویوں سے (اپنی ترقی کی جدوجہد میں) امداد لینا بے حد ضروری ہو گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ بہت سی شادی شدہ خواتین بھی ضرور کریں گی اور ان میں سے بیش تر خانہ دار خواتین ہوں گی۔ ان کے دل میں کتاب کا مطالعہ شروع کرتے وقت یقیناً یہ سوال پیدا ہو گا کہ دیکھیں اس میں ایک شادی شدہ عورت کو بھی ترقی کرنے کی ترکیبیں بتائی گئی ہیں یا نہیں میں نے (عورت کی طرف سے اپنے مرد کے ساتھ تعاون کر کے اسے ترقی کرنے میں امداد دینے کے موضوع پر) سیر حاصل گفتگو کر کے اس سوال کا مکمل جواب فراہم کر دیا ہے، ایک شادی شدہ عورت کے مرد کا ترقی کرنا خود اس کے ترقی کرنے کے برابر ہے گویا اس کی ترقی میں بیوی کا امداد دینا اس کا خود ترقی کی راہ پر گامزن ہونا ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ لوگ اب بھی عورت کے زندگی کی دوڑ میں شریک ہونے کے اس لیے خلاف ہیں کہ وہ عورت کو کمزور مخلوق سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں وہ مرد کے سہارے کے بغیر نہیں چل سکتی۔ میں نے اپنی مندرجہ بالا گفتگو سے شادی شدہ عورتوں کی تگ و تاز کے لیے ایک ایسے وسیع میدان کی جانب واضح اشارہ کر دیا ہے جس میں وہ اپنے شوہروں کے تحفظ میں رہتے ہوئے بھی زندگی میں سرگرم اور موثر

حصہ لے سکیں گی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ آج کل مردوں کے ذہنوں پر گونا گوں مسائل کا اتنا بھاری بوجھ ہر وقت لدا رہتا ہے کہ ان کے بعض بے حد ضروری امور کی جانب بھی متوجہ ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ اس سلسلے میں ان کو الزام نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ آخر وہ انسان ہیں۔ ان کی کارکردگی لامحدود نہیں ہو سکتی۔ اگر ان کی بیویوں کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ اس قسم کے امور کی جانب توجہ کر کے اپنے شوہروں کو ترقی میں امداد دے سکتی ہیں تو شوہروں کی زندگی کی یہ کمی پوری ہو جائیگی۔

میں اپنی طویل گفتگو کا خلاصہ ذیل میں پیش کر دیتا ہوں تاکہ اس کے چیدہ چیدہ نکات پڑھنے والوں کے ذہنوں میں تازہ ہو جائیں۔

1۔ ہر شادی شدہ مرد کو ویسا بننے کے لیے جیسا کہ وہ بننا چاہتا ہے اپنی شریک زندگی کی امداد کی ضرورت ہے۔

2۔ یہ امداد نکتہ چینی نہیں بلکہ داد تحسین اور ہمدردانہ تعاون کی شکل میں دینی چاہیے۔

3۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے پیشے سے واقفیت رکھتی ہو (اس صورت میں وہ اسے بہتر صلاح مشورے دے سکے گی۔)

4۔ شریک زندگی کی ذہانت اپنے مرد کے لیے شمع راہ بن جاتی ہے۔ اب آپ میں سے جو صاحبان شادی شدہ ہیں انہیں چاہیے کہ یہ چاروں نکات اپنی بیویوں کے ذہن نشین کر کے ان سے اپنی ترقی میں مدد لیں۔

اگر وہ مختصر بات پر قناعت نہ کر کے (اس موضوع پر) تفصیلی معلومات حاصل کرنے کی خواہاں ہوں تو آپ میرے تفصیلی بیان سے مدد لیں اور اگر وہ مثالیں چاہیں تو وہ مثالیں انہیں سنادیں جو میں نے درج کی ہیں مگر بہترین طریقہ یہ ہے کہ

آپ اس کتاب کے کم از کم متعلقہ اوراق اپنی شریک زندگی کو ضرور پڑھوایا سنا دیں۔
قریبی رشتہ داروں کی اعانت حاصل کیجئے
ایک شخص کے سگے رشتے داروں اور قریبی عزیزوں کا تعاون، حوصلہ افزائی اور
عملی یا دیگر قسم کی امداد بھی اس کی ترقی میں مدد و معاون ہو سکتی ہے اس کی مثال کے طور
پر ذیل کا ایک سچا واقعہ سنئے۔

ایک دن-----

نیویارک کی ایک شاہراہ پر-----

صبح ہی صبح-----

سڑک پر تیز دوڑتی ہوئی بس کے سب مسافر کھڑکیوں میں سے سر باہر نکال
نکال کر جھانکنے لگے۔

ان کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹی جا رہی تھیں۔ دراصل جو کچھ انہیں
دکھانی دے رہا تھا وہ اتنا حیران کن تھا کہ ان کی شدت حیرت بجا تھی ایک لڑکا جس کی
عمر بمشکل بارہ تیرہ سال کی ہوگی، دوڑ کر بس پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا اور اس
کے ایک کندھے سے ایک بندوق لٹک رہی تھی۔

وہ بہت چست و چاق اور شریف صورت اور خوش پوش تھا۔ ظاہر تھا کہ وہ کسی
شریف خاندان کا چشم و چراغ ہے چنانچہ بندوق چور نہیں ہے بہر حال اسے بس
روک کر اس پر سوار کر لیا گیا لیکن بس کے مسافروں کی حیرت ابھی تک جوں کی توں
برقرار تھی۔

جب تک لڑکا کچھ فاصلے پر واقع ایک اسٹاپ پر اتر نہ گیا اس وقت تک
مسافروں کی یہ حیرت قائم رہی۔ اس دوران میں بہت سے مسافر بے چینی سے پہلو
بھی بدلتے رہے تھے۔ انہیں طرح طرح کے اندیشے اور خوف لاحق رہے تھے مگر وہ

لڑکا اپنی بندوق اپنے زانو پر رکھے ہوئے بڑے اطمینان سے بیٹھا رہا تھا۔
کیا وہ لڑکا کوئی پاگل تھا جو اپنے کسی بزرگ کی بندوق اٹھا لیا تھا؟ یا یہ کسی
بندوق ساز کمپنی کی اشتہار بازی تھی؟

ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی بات نہیں تھی۔
یہ اس طرح معلوم ہوا کہ اس بس کا کنڈیکٹر اس لڑکے سے واقف تھا کیونکہ وہ
لڑکا کنڈیکٹر کا پڑوسی تھا۔

اس کنڈیکٹر نے لوگوں کو بتایا کہ یہ لڑکا اپنے بھائی کے ایک گاہک کو اس کی
بندوق واپس کرنے کے لیے گیا ہے یہ بندوق کوئی خرابی درست کی جانے کی غرض
سے اس کے بھائی کو بھیجی گئی تھی جو آتشیں آلات کی مرمت کا کام کرتا ہے۔

کنڈیکٹر نے بس کے متعجب مسافروں کو اس لڑکے کے بارن میں یہ بھی بتایا
کہ تعلیم حاصل کر رہا ہے اور اپنی کلاس میں شائمنگ (ذہین) لڑکا مانا جاتا ہے مگر اس
کے باوجود اپنے بڑے بھائی کے اس قسم کے چھوٹے موٹے کام کر کے اس کا ہاتھ
بٹاتا رہتا ہے۔

اس بس میں میں بھی سفر کر رہا تھا۔ میں نے کنڈیکٹر سے اس لڑکے کے بھائی
کی دوکان کا پتہ معلوم کیا اور دوسرے ہی روز وہاں پہنچا۔ میں اس لڑکے کا اترو پولینا
چاہتا تھا۔ میں نے اس کے بھائی سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔ اس نے اجازت
دے دی۔ میں نے اس لڑکے سے جو پہلا سوال کیا وہ یہ تھا۔

”تم اپنے بڑے بھائی کے کام اتنے شوق اور سرگرمی کے ساتھ کیوں کرتے
ہو جب کہ وہ تم سے اس کا خواہاں یا طالب نہیں ہے؟“
لڑکے نے جواب میں بتایا:

”میرا بھائی اپنے کام کے لیے زندہ ہے۔ وہ ہر وقت اپنے کام کو ترقی دینے

کے منصوبے سوچتا اور ان پر عملدرآمد کرتا رہتا ہے۔ اس کو دیکھ کر میرے دل میں بھی تعلیم کے علاوہ عملی زندگی گزارنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ میں طرح طرح سے اس کا ہاتھ بٹاتا رہتا ہوں۔ میری اس سرگرمی سے میرے بھائی کو اپنے کاروبار میں ترقی کرنے میں مدد ملتی ہے۔"

میں نے اس لڑکے سے اور بھی کئی سوالات کیے اس کے جوابات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی اس قسم کی امداد سے اپنے بھائی کو ترقی میں مدد دے رہا ہے۔ اس نے اپنے اس تصور کی وضاحت دُوں کی۔

"اگر میرے بھائی کو اپنے کاروبار کے سارے چھوٹے موٹے کام خود ہی نبھانے پڑیں تو بھی وہ یقیناً اپنے ملازموں کی مدد سے اپنے تمام فرائض پورے کر لے گا اس کی رفتار ترقی سُست پڑ جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ اپنے ملازموں سے زیادہ اہم کام لے اور اس کے چھوٹے موٹے کام میں کر دیا کروں۔ چنانچہ میں اپنے ذہن میں ان کاموں کی فہرست بناتا رہتا ہوں جو میں انجام دے سکتا ہوں اور کبھی کبھی، جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے میں انہیں ایک کاغذ پر (یا نوٹ بک میں) لکھ بھی لیتا ہوں۔"

میں نے اس سے دریافت کیا کہ آیا اس قسم کی کوئی فہرست اس وقت بھی اس کی پاس تیار ہے؟ اگر ہو تو مہربانی کر کے مجھے دکھائے۔ اس نے مسکراتے ہوئے ایک چھوٹی سی نوٹ بک اپنی جیب سے نکال کر اس کا ایک ورق مجھے دکھایا۔ اس پر یہ دیں درج تھیں۔

۱۔ خطوط کے جواب بھائی سے پوچھ کر لکھنے ہیں۔

۲۔ ٹائپنگ کی اسپید بڑھانی ہے۔

۳۔ کار چلانے کی ٹریننگ کا انتظام کرنا ہے۔

۴۔ مرمت شدہ سلائی شدہ مشین اس کے مالک کو پہنچا کر مرمت کا بل وصول کرنے کے بعد بھائی کو رقم ادا کرنی ہے۔

۵۔ بھائی کو گھریلو لاہری کی نئی کتابوں پر موم جامے کی گردپوش چڑھانے

ہیں۔

میں نے اس سے دریافت کیا۔

"یہ تریکیں سوچتے وقت تمہارے ذہن میں متحرک خیال کیا ہوا کرتا ہے" اس نے مسکرا کر اس طرح میری طرف دیکھا جیسے میں اس کے کسی راز میں شریک ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر بولا:

"میں یہ تریکیں جس مقصد کو سامنے رکھ کر سوچتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرا بڑا بھائی اپنے پیشے سے متعلق زیادہ اہم فرائض ادا کر سکے اور اس قسم کے چھوٹے کاموں میں اس کی قوت ضائع نہ ہو، جیسے ملازموں کی عدم موجودگی یا کثرت مصروفیات کی وجہ سے مرمت کی ہوئی بندوق گاہک کے گھر پہنچانا۔"

اس لڑکے کے بھائی کا بیشتر کاروبار خط و کتابت سے چلتا تھا۔ اس نے ان خطوں کو ناپ کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی تھی۔ اس ذمہ داری کو سنبھالنے اور نبھانے کے لیے اسے صرف دو ماہ کے اندر اندر نائپنگ اسپینڈ بڑھانی پڑی تھی۔

اس کے بھائی کو کبھی کبھی کار سے ہزاروں میل کا سفر بھی کرنا پڑتا تھا۔ اس نے اپنے بھائی کو ڈرائیور کی ضرورت سے بے نیاز کرنے کے لیے کار چلانا سیکھ لیا تھا۔

اس لڑکے سے میری اس ملاقات کو ساہا سال گزر چکے ہیں۔ اب اس کا بھائی اپنے مالک کا ایک کامیاب ترین کاروباری آدمی ہے اور یہ لڑکا جو اب ایک شادی شدہ صاحب اولاد مرد ہے اس کا شریک کار ہے۔ اس کے بڑے بھائی نے مجھ سے کہا "ہم دونوں بھائی ایک جان دو جسم ہیں اور مجھے یہ محسوس کر کے بے حد مسرت

ہوتی ہے کہ میری کامیابی میں میرے چھوٹے بھائی کا بہت بڑا حصہ ہے۔"

حال میں ان دونوں بھائیوں نے ایک کاروباری تقریب میں شرکت کی تو ان کے مداحوں میں سے ایک بڑے بھائی سے مخاطب ہو کر کہا:

"آپ کی اس وقت کی تقریر سے آپ کے چھوٹے بھائی صاحب نے ہم سب (حاضرین) سے زیادہ خوشی محسوس کی ہوگی کیونکہ آپ کے کاروبار کی تعمیر میں ان کا بھی ہاتھ رہا ہے" اس کی یہ بات غلط نہیں تھی۔

شاید آپ میں سے بعض یہ کہیں کہ چھوٹے موٹے کاموں کے لیے ملازم رکھے جاسکتے ہیں پھر رشتہ داروں سے یہ کام کروانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آج کل ایک ملازم ملتے ہی نہیں، دوسرے اگر مل جائیں تو وہ کام چورنوالہ حاضر، کے قسم کے انسان ہوتے ہیں، تیسرے اپنے قریبی رشتہ دار کسی کام کو جس جذبہ ہمدردی اور توجہ سے انجام دے سکتے ہیں ملازم نہیں دے سکتے۔

اگر آپ ایک معروف کاروباری آدمی ہیں اور آپ کے شانوں پر دیگر کاموں کے علاوہ خط و کتابت کرنے کا بار بھی ہے تو یہ بار بلکہ اس کا کچھ حصہ بھی، ملازم آپ کے کندھوں پر سے نہیں اتار سکتے۔ یہ کام تو قریبی رشتہ داروں ہی میں سے کوئی فرد کر سکتا ہے۔ بعض لوگوں کی بہنیں بھی، جن کے آگے بچے نہیں ہوتے، وہ اتنے بڑے ہو چکے ہوتے ہیں کہ انہیں مادری دیکھ بھال کی ضرورت نہیں رہتی۔ اپنے بھائیوں کا بوجھ ہلکا کرنے کی غرض سے ان کا تھوڑا بہت کام کر دیتی ہیں۔ اے صاحب ڈاکٹری کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ ان کے پاس کوئی مددگار نہیں رہا۔ ان کے بیوہ بہن کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے بھائی کے مددگار کی ذمہ داریاں سنبھال لیں اور جب تک ڈاکٹر صاحب کو مناسب آدمی نہ ملا

انہیں پورا کرتی رہیں۔

ان صاحبہ نے یہ کام پہلے کبھی نہیں کیا تھا مگر اس کے باوجود بڑی خوبی سے انجام دیا۔ ان کے سلیقے اور حسن کارکردگی کی ان کے بھائی آج تک داد دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے۔،

"یہ میرے مطلب میں اس طرح کام نہیں کرتی تھیں جیسے تنخواہ دار ملازم کام کرتے ہیں بلکہ ہر کام اس طرح انجام دیتی تھیں جس طرح خود میں کام انجام دیتا" ان کی بہن اس سلسلے میں کہتی ہیں:

"میں بھائی کے کام کو اپنا سمجھ کر کر رہی تھی اس لیے ان کے مفاد کو اپنا مفاد اور ان کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتی تھی۔"

رشتے داروں کی امداد کی مندرجہ بالا دو مثالوں سے آپ پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ آپ اپنی ترقی کی دوڑ میں اس قسم کی امداد سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اگر آپ اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ ہمدردی، دلسوزی اور اپنائیت سے کام لیں گے تو وہ آپ کو اس قسم کی امداد فراہم کرنے لے لیے ہمیشہ تیار رہیں گے۔ آپ انہیں اپنی ترقی میں مددگار بنائیں۔

دوستوں کو وسیلہ ترقی بنائیے۔

آپ قریبی رشتہ داروں کی طرح دوستوں کو بھی ترقی میں امداد کا وسیلہ بنا سکتے ہیں۔ دوست دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہوتے ہیں۔ آپ کچھ صادق دوست ضرور ہونے چاہئیں۔ یہ سچا دوست ہی ہے جو آپ کے بعض ایسے رازوں میں شریک ہو سکے گا جنہیں آپ کسی اور پر ظاہر نہیں کر سکیں گے۔ سچی محبت بھی ایک دوست ہی دے سکتا ہے۔ آپ اسکی محبت پر اعتماد بھی کر سکتے ہیں۔ بقول وکٹر ہیوگو زندگی کی سب سے بڑی مسرت یہ یقین ہے کہ کوئی آپ سے سچی اور بے لوث محبت رکھتا ہے میں اس قول میں ان الفاظ کا اضافہ کروں گا کہ آپ کی ترقی میں جو امداد ایک سچا دوست دے سکتا ہے وہ بھی کوئی اور نہیں دے سکتا۔ بے شک شریک زندگی بھی امداد دے سکتی ہے مگر ایک دوست کی امداد اپنی نوعیت کے اعتبار سے زیادہ بیش بہا ہوگی۔

دوستوں سے کس قسم کی امداد ملتی ہے

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ احساس کہ کوئی مجھ سے دلی محبت کا تعلق رکھتا ہے ہر انسان کی ایک قوی بنیادی ضرورت ہے۔ اس احساس کے ساتھ وہ دنیا کی ہر مصیبت کا مقابلہ سینہ تان کر کر سکتا ہے۔ گویا دوست کی محبت کے بل پر انسان دنیاوی دشواریوں پر قابو پاتا ہے۔

اسی سوال کا ایک اور جواب بھی سنئیے:

ہر انسان کو اپنی زندگی میں کسی نہ کسی مرحلے میں ایسی مشکلات پیش آ جاتی ہیں۔ جن سے اس کا دل ایسے خوف اور اندیشوں سے بھر جاتا ہے اور ان کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی حالت میں دوست کا خیال آتے ہی اسے ایسا محسوس

ہوتا ہے جیسے وہ اس دنیا میں اکیلا نہیں ہے۔ کوئی ایسا انسان موجود ہے جو اس سے دلی تعلق رکھتا ہے، اور اس کی امداد کے لیے تیار ملے گا۔

ایک تیسرا جواب یہ بھی ہے کہ دوست کی محبت، ہمدردی اور تعاون کا یقین آپ کو حوصلہ مند بنا دے گا۔ پھر آپ ہر کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے بھر پور جہد و جہد کریں گے اور اپنا مدعا حاصل کر کے ہی دم لیں گے۔

دوست کیسے پیدا کئے جائیں

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پہلے آپ دوسروں کے دوست بننے کی کوشش کیجئے۔ ان سب سے، جو آپ کے دائرہ تعلق کے اندر ہوں۔ دوستانہ انداز سے پیش آئیے۔ ان میں حقیقی طور پر دلچسپی لیجئے۔ ان کے مسائل معلوم کر کے انہیں حل کرنے کی کوشش کیجئے۔ ان سے ان کی سرگرمیوں کے بارے میں معلوم کرتے رہیے۔ مگر امداد کر سکیں تو فوراً کر دیجیے۔ ان کے نیک کاموں کی داد دیجئے، اچھی عادتوں کی تعریف کیجئے اور غلطیوں کو نظر انداز کرتے رہیے۔ کبھی کبھی اختلاف رائے بھی ہوگا۔ ایسے موقعوں پر تحمل سے کام لیجئے، ان سے الجھنیے نہیں، ان کی غلط باتوں کی تردید نہ کیجئے، جب تک آپ اور وہ بنیادی امور پر متفق رہیں گے دیگر امور میں اختلاف سے تعلقات میں فرق نہیں پڑے گا۔

موجودہ دور میں ہر انسان کو دوسرے انسانوں کی ہمدردی اور تعاون کی شدید ترین ضرورت ہے۔ اگر آپ اوروں کے ساتھ ہمدردانہ تعاون کریں گے تو ان کا طرز عمل بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔

اچھے دوست کی افادیت

جب اس طرح کچھ اشخاص آپ کے دوست بن جائیں تو آپ ان کے ساتھ تعلق روز بروز مضبوط تر کرتے چلے جائیں۔ اس کے لیے آپ کو اپنا وقت خرچ کر کے وہ مسائل معلوم کرنے ہوں گے جو آپ کے دوستوں کو درپیش ہوں اور اگر آپ انہیں حل کر سکتے ہوں تو حل بھی کرنا ہوگا۔ آپ کو کبھی کبھی ان کی امداد بھی کرنی پڑے گی اور مصیبتوں اور آفتوں میں ان کا سہارا بھی بننا ہوگا۔ اس طرح آپ کے کم از کم ایک دو صادق دوست ضرور بن جائیں گے۔

آڑے وقت کا سہارا

زندگی میں ایسا وقت کبھی نہ کبھی ضرور آیا کرتا ہے جب حالات انسان کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر اسے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی ڈھارس بندھائے اور اپنی باتوں اور افعال سے ایسا ظاہر کرے جیسے اسے آپ کی قابلیتوں اور صلاحیتوں پر پورا یقین ہے۔ یہ ہستی آپ کا صادق دوست ہی ہو سکتا ہے۔ وہ آپ کو یہ تسلیم کرنے دے گا کہ آپ ناکام ہو گئے ہیں۔

ہمت افزائی جو ایک صادق دوست ہر وقت کرتا رہتا ہے کسی انسان کے ذہن کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہے جو کوئلہ انجن کے لیے رکھتا ہے۔ اس سے انسانی مشین روان رہتی ہے اور اس مشین کی ذہنی و اخلاقی بیڑیوں میں برقی رو دوڑتی رہتی ہے۔ یوں آپ کو اپنی ناکامی کو کامیابی میں بدلنے کیلئے بڑی اہم مدد ملے گی۔

راستے کی رکاوٹیں

عدم استقلال

ایک مرتبہ امریکا کے ایک شہر میں بجلی کا سامان تیار کرنے والی ایک کمپنی نے ایک جوان میکا تک کو گیارہ ڈالر فی ہفتہ پر ملازمی رکھا۔ وہ روزانہ دس گھنٹے کام کرتا تھا اور اپنے گھر واپس پہنچ کر مکان کے پچھواڑے والے شیڈ میں آدھی رات تک پھر کام کرتا رہتا تھا۔ وہ ایک نئی قسم کا انجن بنانے کی دُھن میں تھا۔ اس جوان کا باپ ایک کسان تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کا بیٹا خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ پڑوسی بھی اس جوان کو پاگل سمجھتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک اس کی ہنسی اڑاتا تھا۔ سب کا یہی خیال تھا کہ وہ نیا انجن کبھی بھی نہ بنا سکے گا۔ وہ جوان جاڑے کی راتوں میں مٹی کے تیل کے لیمپ کی روشنی میں دانت بجنے اور ہاتھ پاؤں نیلے پڑ جانے کی حالت میں بھی کام کرتا رہتا تھا کیوں کہ اسے کامل یقین تھا کہ وہ نیا انجن بنانے میں کامیاب ہو جائیگا۔ اس کی تین برس کی لگاتار محنت کے بعد انجن بن کر تیار ہو گیا۔ اس وقت انجن کیموجہ کی عمر تیس برس کی تھی۔ ایک دن اس کے پڑوسی بعض عجیب سی آوازیں سن کر اس قدر زیادہ حیران ہوئے کہ بستروں سے نکل کر کھڑکیوں میں آکھڑے ہوئے۔ انہیں سڑک پر جو منظر دکھائی دیا اس نے انہیں اور زیادہ حیران کر دیا۔ وہاں ایک انجن چھکا چھک کرتا ہوا چل رہا تھا اور اس میں پاگل جوان سوار تھا۔ یہ پاگل ہنری فورڈ تھا۔ اسکی لگاتار محنت کے ثمر میں امریکا میں ایک نئی صنعت نے جنم لیا جس نے اس دور کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ یہ موٹر سازی کی صنعت تھی جس کا جنم واپانی ثابت قدمی کے بل پر اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔ فورڈ کو اس کے دور عروج میں موٹر سازی کا بادشاہ کہا جاتا تھا۔ اس کی ثابت قدمی نے اُسے اتنے عروج

پر پہنچایا تھا۔

ترقی کرنے کیلئے ناگزیر ہے کہ آپ عدم استقلال کی بری عادت کے شکار نہ ہوں اور ہر کام پامردی، استقلال اور ثابت قدمی سے انجام دیں، عدم استقلال ترقی کا دشمن ہوتا ہے۔ اس سے مکمل اور مستقل طور پر نجات حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنے اندر ثابت قدم رہنے کا جذبہ پیدا کریں اور اسے روز افزوں ترقی دیں۔ عدم استقلال ایک ذہنی عارضہ ہے۔ یہ مختلف شکلوں میں اپنا مظاہرہ کرتا ہے۔ مثلاً ایک خاتون شاپنگ کے دوران کسی دکان میں دیگر خواتین کی موجودگی کی وجہ سے سستا کپڑا خریدنے کے ارادے سے دستبردار ہو جاتی ہے حالانکہ گھر سے سستا کپڑا خریدنے کا ارادہ کر کے نکلی ہوتی ہے۔ ایک نوجوان اُس کمرے میں داخل ہونے سے ہچکچاتا ہے جس میں بہت سے افراد موجود ہوں حالانکہ اس نے اپنے شرمیلے پن کو خیر آباد کہہ دینے کا تہہہ کر رکھا ہوتا ہے۔ عدم استقلال کا علاج ہے ثابت قدم رہنا۔ ایک کامیاب ترین سیلز مین نے مجھے بتایا کہ جب اس کی سیلز مین بننے کی خواہش جو اسکی دیرینہ آرزو تھی، پہلی مرتبہ پوری ہوئی تو وہ انتہائی کوشش کے باوجود کام نہ چلا سکا اس کا ذہن نا کامیوں پر غور کرتے رہنے اور انکے اسباب تلاش کرنے میں مصروف رہا۔ آخر اسی دُبا میں اس کی صحت خراب ہو گئی اور اسے سیلز مین کا وہ کام بھی چھوڑنا پڑ گیا جو دوسری مرتبہ مل گیا تھا اب اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ دنیا کا نا کام ترین انسان ہے لیکن اس کے باوجود ثابت قدم رہا اور خود کو یہی باور کراتا رہا کہ یہ نا کامی عارضی ہے اور وہ چند دن بعد کامیابی کی راہ پر گامزن ہو جائیگا۔ اس نے ایک کارخانے میں ملازمت کر لی مگر اس عزم کے ساتھ کہ وہ کارخانے میں پڑا سڑتا نہیں رہے گا۔ اگلے ڈیڑھ برس تک وہ موقعے نکال نکال کر سیلز مین بننے کی کوششیں کرتا رہا۔ آخر اس مدت کے بعد اسے ایک دفعہ پھر سیلز

میں کام شروع کرنے کا ایک اچھا موقع مل گیا۔ اس نے کارخانے کی ملازمت چھوڑ دی اور دوبارہ سیلز مین بن گیا اور آخر کار کامیابی کے راستے پر چل نکلا۔ اب وہ امریکا کے کامیاب ترین سیلز مینوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس نے مجھے اپنا نام ظاہر کرنے سے منع کر دیا تھا ورنہ میں آپ کو اس کا نام بھی بتا دیتا۔

خود اعتمادی کا فقدان

ایک عالم کا قول ہے کہ اپنے اوپر یقین رکھنا جہاد کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر جن لوگوں میں خود اعتمادی نہیں ہوتی ان کے دلوں میں یقین کی حرارت پیدا نہیں ہوتی۔ وہ انسان جو اپنی صلاحیتوں پر یقین رکھتا ہے ناکامی کو آخری اور حتمی ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور حصول مقصد کے لیے مسلسل جدوجہد کرتا رہتا ہے۔

جس انسان میں خود اعتمادی نہیں ہوتی وہ ہر ناکامی کو اپنی تقدیر کا نوشہ قرار دیکر پست سے پست تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ خود اعتمادی کا فقدان عملی زندگی میں کس شکل میں نمودار ہوتا ہے؟ اگر آپ اس اہم سوال کا جواب ذہن نشین کر لیں تو آپ کو اپنے کردار کا یہ نقص دور کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ اس کی ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں شکلیں ہو سکتی ہیں مگر ان سب میں ایک چیز مشترک ہوتی ہے۔ خود اعتمادی نہ رکھنے والے اس دُبا میں پڑے رہتے ہیں کہ نہ معلوم لوگ انکے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں یا فلاں موقع پر کیا سوچیں گے اور وہ اس دُبا کو اپنے لیے ایک مستقل رکاوٹ بنا لیتے ہیں۔ اگر آپ میں خود اعتمادی کا فقدان ہے اور آپ اپنے حالات پر غور کریں تو آپ کو بھی اپنی زندگی میں یہی عیب نظر آ جائیگا۔ آپ کو یا تو کسی کی ملامت کو خوف ہو گا یا آپ کسی کی نظروں میں احمق بننے سے خائف ہونگے۔

اگر آپ کو یہ ذہنی علت ہے تو گویا آپ ایک عذاب میں مبتلا ہیں جو آپکے قلب اور دماغ کو مسلسل ہیکل کئے ہوئے ہے۔ آپ کو اس عذاب میں مبتلا ہونے کی حالت

میں یہ بھی محسوس ہو رہا ہوگا کہ اور لوگ خوش و خرم اور مطمئن ہیں۔ صرف آپ پریشان ہیں آپ ان جیسا بننے کی آرزو کریں گے مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ اپنے اندر خود اعتمادی پیدا نہ کر لیں۔ مگر اسکا یہ مطلب ہے کہ یہ کوئی مشکل یا ناممکن کام ہے آپ بھی اوروں کی طرح بے فکر اور خوش و خرم رہ سکتے ہیں۔ یہ خیال ہر گز دل میں نہ لائیں کہ آپ میں جو خرابی پائی جاتی ہے یہ آپ کے مزاج کا خاصہ ہے اور آپ اس سے کسی طرح بھی پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ آپ بھی خود اعتماد انسان بن سکتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ آپ اس کیلئے کوشش کرنے پر ہمہ تن آمادہ ہوں۔

پہلے آپ اپنے اندر خود اعتمادی نہ ہونیکا سبب تلاش کیجئے۔ جب یہ سبب آپ کے دل میں آجائیگا تو آپ اس خامی کو دور کرنیکی تدبیریں سوچ سکیں گے۔

بعض تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ انسانوں میں یہ عدم اعتمادی کی خرابی عہد طفلی میں پیدا ہوتی ہے۔ فطری طور پر نومولود بچے کو اپنی ماں کی محبت کے ذریعے اپنے وجود کا احساس ہونا چاہیے مگر بعض صورتوں میں کسی وجہ سے بعض بچے اس نعمت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں اپنے مکمل انسان ہونے کا احساس بھر پور طریقے سے نشوونما نہیں پاتا اور وہ زندگی بھر غیر مستقل مزاج انسان بنے رہتے ہیں۔ اگر آپ میں خود اعتمادی کا فقدان ہے تو آپ بھی انہیں بچوں میں سے ایک ہیں۔ اس قسم کا انسان اوروں کی آراء سے اس بات کا یقین کرتا ہے کہ اس کی بھی دنیا میں کوئی اہمیت ہے مگر خود اپنے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر اسے یہ معلوم ہو کہ لوگ اسے اہمیت نہیں دے رہے ہیں تو وہ اس انکشاف سے سمجھ کر رہ جاتا ہے اور مستقل ناکامی کو اپنا مقدر سمجھ لیتا ہے۔

یعنی طور پر پریشان رہنے لگتا ہے جس سے اس کا اپنے وجود کا شعور دھندلا جاتا ہے۔ اسکے برعکس جو انسان خود اعتماد ہوتا ہے وہ اپنے بارے میں اوروں کی رائے کا

محتاج نہیں ہوتا۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ اسکا ایک وجود ہے جو یقینی ہے اور اس وجود کو اسکے مناسب مقام کے اعتبار سے اہمیت بھی حاصل ہے۔ اگر آپ میں خود اعتمادی کا فقدان ہے تو اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ کا زندگی سے متعلق سب سے ابتدائی تجربہ افسوسناک تھا۔ اس سے آپ میں اپنے اور اپنی شخصیت کے بارے میں شعور ذات پیدا نہیں ہوا۔ مگر اب جبکہ آپ کو اپنی اس خامی کا بنیادہ سب معلوم ہو گیا ہے آپ اس خامی کو دور کرنے کیلئے مناسب اقدامات کر سکتے ہیں۔ وہ اقدامات یہ ہیں:- (۱) ماضی کو بھول جائیے۔ حال پر نظر رکھئے۔ مستقبل کی فکر کیجئے اور اپنے ذہن میں اس خیال کو ہر لمحہ تازہ کرتے رہئے کہ آپکا خود کو کچھ نہ سمجھنا بالکل غلط ہے۔ آپکے تجربے نے آپکو آپکی زندگی کے آغاز میں جو غلط بات سکھادی تھی اسے فراموش کرنے کی کوشش کر دیجئے اور اس کوشش کو ہر وقت جاری رکھئے۔ آپ ہر لمحہ یہی سوچئے کہ آپ کو بحیثیت انسان اپنی ذات کا شعور پیدا کرنا ہے۔ (۲) خود کو برابر اس بات کا یقین دلاتے رہئے کہ آپ کی ذات بھی اتنی ہی اہم ہے جتنی کسی اور انسان کی ہو سکتی ہے۔ (۳) آپ اپنی خامیوں کے ساتھ ساتھ اپنی قابلیتوں اور صلاحیتوں کو بھی تسلیم کیجئے۔ (۴) خود کو زیادہ سے زیادہ اہم پرکشش اور قابل قبول بنانے کی کوشش کرتے رہئے۔ اگر آپکا ظاہر دلکش نہیں ہے تو ہر ممکن ترکیب سے دلکش بنائیے یہ خیال ہرگز نہ کیجئے کہ آپ لباس اور دیگر لوازم کے ذریعے آراستگی کے مستحق نہیں ہیں۔ (۵) اپنی ہر خوبی کو ابھار کر دکھائیے اپنی ہر صلاحیت کی نمائش کیجئے۔ اپنے ہر جوہر کو دنیا کے سامنے لائیے انہیں چھپانا انکسار نہیں، خود کشی ہے۔ جب آپ میں اپنی ذات کا شعور بیدار ہو جائیگا تو آپ خود کو ایک اہم انسان کی حیثیت میں قبول کر لیں گے۔ اسکے بعد آپ اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے تعلقات قائم کر نیکی جانب توجہ دیجئے۔ وہ یقیناً آپکے دوست بنیں گے۔ کیونکہ انہیں آپکے ساتھ دوستی کا تعلق رکھنے

سے خوشی ہوگی۔ (۶) آپ اپنے کچھ نہ ہونیکا وہم دل سے نکال دیجئے۔

یہ نکتہ یاد رکھیے کہ آپ خود کو جتنا زیادہ قبول کر کے اپنے جوہر کی نمود کے لیے کوشاں ہونگے اتنے ہی زیادہ خود اعتماد بنیں گے اور آپ کیا اثر سے دوسرے بھی خود اعتماد بنیں گے۔ مثال کے طور پر اگر ایک جماعت میں ایک طالب علم خود اعتماد انسان بن جائیگا تو اس کے استاد سے سوالات کرنے سے جماعت کے دوسرے طلبہ بھی جو بصورت دیگر سبق اچھی طرح سمجھنے سے محروم رہ جاتے ہیں، اپنی مشکلات حل کر سکیں گے۔ یہی نہیں ان میں آئندہ کیلئے ایسا کرنیکی جُرات بھی پیدا ہو جائیگی۔ اسی طرح اگر اُس خاتون میں خود اعتمادی کا جوہر متقبل ہو جائے گا جو گھر سے اپنی ضرورت کے لحاظ سے سستا کپڑا خریدنے کے ارادے سے چل کر کپڑے کے ڈپو میں سستا کپڑا ہی خریدے گی تو اسکی مثال سے بعض دیگر خواتین کو بھی سستی چیزیں خریدنے میں شرم نہ کرنیکی جُرات ہوگی۔ (۷) خود اعتمادی کا صحیح مفہوم اپنے اوپر بھروسہ ہے اور بس اسکا مطلب جامے سے باہر ہو جانا نہیں ہے۔ یہ مصنوعی شخصیت اختیار کرنا یا غیر فطری یا متکبرانہ انداز سے باہر ہو جانا نہیں ہے۔ یہ مصنوعی شخصیت اختیار کرنا غیر فطری یا متکبرانہ انداز گفتگو بھی نہیں ہے۔ اگر آپ کو یہ غلط فہمی ہو کہ آپ خود کو لوگوں کیلئے اس طرح قابل قبول بنا سکیں گے تو اسے غلط فہمی کو جلد سے جلد دور کر دیجئے۔ آپ اپنے آپ میں رہ کر ہی خود کو اوروں کیلئے قابل قبول اور پسندیدہ بنا سکتے ہیں۔ آپ میں رہنا، اپنی فطری صلاحیتوں کو جال دینا اور انہیں بلا تضرع دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ اس طرح آپ میں خود اعتمادی کیساتھ ساتھ کشش بھی پیدا ہو جائے گی۔ سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ آپ خود کو قبول کر لیں آئندہ ہر صبح سو کر اٹھنے کے بعد آپ کا پہلا کام یہ ہو کہ اس قبولیت پر تصدیق کی مہر لگائیں۔ ابھی تک آپ خود کو ایک ایسی چیز کی طرح مسترد کرتے رہے ہیں جو آپ کا بالکل پسند نہ ہو اسی لیے آپ یہ

بھی سمجھتے رہے ہیں کہ آپ کے بارے میں اور لوگوں کی بھی یہی رائے ہے۔
 آپ فکر و خیال کی دنیا میں اپنے اوپر مہربان ہوں اور اپنے ساتھ فراخ دلی اور
 رواداری کا سلوک کریں۔ جب تک آپ خود اپنی شخصیت کو قبول نہ کریں گے آپ کو
 یقین نہیں آئے گا دوسرے بھی اسے قبول کر رہے ہیں چنانچہ آپ کو ہمیشہ یہی ڈبدار ہے گی
 کہ وہ آپ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ آپ طمانیت خاطر حاصل کرنے کیلئے
 ان کی طرف دیکھیں مگر آپ کے دل میں یہی اندیشہ ہوگا کہ انکی رائے آپ کے بارے
 میں اچھی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ صورت نہ ہو مگر آپ کو اس کا یقین اسی وقت آئے گا
 جب آپ اپنے وجود سے محبت کرنے لگیں اور اپنی خوبیوں کے اولین معترف بن
 جائیں گے۔ روز صبح آئینے میں اپنی شکل اس طرح دیکھا کیجئے جیسے یہی وہ شخص ہے
 جس سے آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ محبت ہے۔ اگر آپ کو یہ سکھایا گیا ہے کہ خود سے
 محبت کرنا برا ہے تو غلط سکھایا گیا ہے۔ آپ خدا کی اس دنیا کا ایک حصہ ہیں آپ بھی
 محبت کے حقدار ہیں۔ آپ کی بھی تکریم ہونی چاہیے۔ خدا کی بنائی ہوئی ہر شے قابل
 احترام ہے پھر آپ قابلِ نفرت کیوں ہو؟ جب آپ خود کو اس طرح قبول کر لیں گے تو
 اور لوگ آپ کو آپ سے زیادہ عزت اور تکریم کے ساتھ قبول کریں گے۔ پس آپ خود کو
 قبول کیجئے۔ اپنے وجود کی حقیقت کا احساس اپنے اندر پیدا کیجئے اور دنیا میں اپنا مقام
 پہنچانے یہی خود اعتمادی ہی ہے۔ اسکا فقدان ایک انسان کی راہ ترقی میں رکاوٹ
 بن سکتا ہے۔

قطع فیصلہ نہ کر سکنے کی خامی

ہم میں سے بیشتر لوگ کسی نہ کسی وقت کسی معاملے کے سلسلے میں پریشان ہو کر
 یہ کہہ اٹھتے ہیں۔ میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ کیا کرنا چاہئے۔ یہ ہے قطع فیصلہ نہ کر سکنے
 کی خامی۔ اگر یہ آپ کے ذہن کی مستقل عادت بن جائیگی تو آپ ترقی نہیں کر سکیں

گے اس خامی کو فوراً دور کیجئے۔

دنیا میں انسانی زندگی کا بیشتر حصہ کسی نہ کسی قسم کے فیصلے کرنے پر مشتمل ہوتا ہے۔ بعض سوالات غیر اہم ہوتے ہیں جیسے کپڑے کیسے پہنے جائیں؟ کس رنگ کی ٹائی باندھی جائے وغیرہ۔ انکے بارے میں فیصلے زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے لیکن اس قسم کے سوالات اہم ہوتے ہیں جیسے ہم کیا پیشہ اختیار کریں؟ کس قسم کے لوگوں میں شادی کریں۔



بروقت فیصلہ کیجئے

انکے جوابات فراہم نہ کر سکتے سے نقصان ہوتا ہے اور اگر آپ ان کے سلسلے میں بروقت اور صحیح فیصلہ نہ کر سکیں گے تو آپکی کامیابی خطرے میں پڑ جائیگی۔ مگر صحیح فیصلہ کر سکرنا انکل پچو قسم کا علم نہیں ہے۔ اسکے خاص قاعدے ہیں ان پر عمل کرنے سے ہی کامیاب زندگی کیلئے راہ ہموار کی جاسکتی ہے۔ پھر یہ نکتہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ اگر اس قسم کے معاملات کے سلسلے میں آپ نے خود فیصلے نہ کئے تو یہ حق اور لوگ غصب کر لیں گے۔ حالات آپکے فیصلے کیلئے رکے نہیں رہیں گے، اس لیے یہ بھی ضروری ہے کہ آپ صحیح فیصلے بروقت کریں۔

فیصلے کے لئے درکار مواد جمع کیجئے

بعض لوگ جھٹ پٹ اپنے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کر لیتے ہیں۔ آپ انہیں جلد باز نہ سمجھیں۔ انکے ذہن اس عمل میں مشتاق ہوتے ہیں کہ فوراً ہی قطعی فیصلے کیلئے درکار مواد جمع کر لیتے ہیں اور اس اثنا میں جب دوسرے لوگ بھی مسئلے کی ماہیت ہی پر غور کر رہے ہوتے ہیں وہ کسی فیصلے پر پہنچ جاتے ہیں ہو سکتا ہے کہ بعض دفعہ درکار مواد جمع کرنے کیلئے درکار وقت نہ ملے چنانچہ فوری طور پر دستیاب مواد کی بنیاد پر ہی فیصلہ کرنا پڑ جائے تاہم اسکی کوئی نہ کوئی کوشش ضرور کرنی چاہیے کہ فیصلہ کرنے لے لیے جو واقعات درکار ہوں وہ جمع کر لیے جائیں۔

مواد جمع کر کے ذہن نشین کرنے کا مناسب ترین طریقہ یہ ہے کہ معلومات کسی کاغذ پر درج کر لی جائیں۔ دو کالم بنا لیجئے۔ ایک میں کسی (مفروضہ) فیصلے کے حق میں اور دوسرے میں اسکے خلاف معلومات لکھ لیجئے۔

مواد کو ذہن میں تو لیے

بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک کالم میں درج واقعات دوسرے کالم میں درج واقعات سے تعداد میں کم ہوں مگر یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہوا کرتا کہ فیصلہ ان مدوں کی بنیاد پر کرنا چاہیے جو تعداد میں زیادہ ہیں۔ طویل فہرست کی بعض مدیں مختصر فہرست کی مدوں کے مقابلے میں کمتر اہمیت کی ہوا کرتی ہیں چنانچہ ان کو بعض دفعہ نظر انداز بھی کر دینا پڑتا ہے۔ ایسی مدوں پر سوالیہ نشان بنا دیجئے۔ اور اہم مدوں کو انکی اہمیت کے لحاظ سے ترتیب وار لکھئے۔ اس طرح جو فہرست تیار ہو اس پر ایک نظر ڈالتے ہی آپ زیر غور معاملہ کسی خاص فنی نوعیت کا ہو جس کے بارے میں آپ محسوس کریں کہ آپ اسکے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے اہل نہیں ہیں اگر آپ کے خیال میں کسی ماہر کی رائے لینے کی ضرورت ہو تو کسی ماہر سے رجوع کیجئے اور اس کام میں کسی قسم کی کوئی جھجک محسوس نہ کیجئے۔

فیصلے کے درجہ جرات کا خیال رکھئے

اکثر بعض لوگ بعض فیصلے غیر ضروری عجلت میں کرتے ہیں۔ ان کے برعکس بعض دیگر افراد اس کام میں غیر ضروری تاخیر کرتے ہیں۔ یہ دونوں طریقے نقصان دہ ہیں۔ عقل اور جذبات میں کسی نہ کسی قسم کا توازن ضرور رکھنا چاہیے۔ ایک انتباہ ضروری ہے دل کو دماغ پر غالب نہ آنے دیجئے۔ ہر فیصلہ عقل کی مدد سے کیجئے البتہ اس کام میں جذبات کو بھی بقدر ضرورت دخل دیجئے ہر فیصلہ کرینا مناسب طریقہ یہ ہے کہ آپ خود کو متعلق افراد کی جگہ رکھ کر حالات کو انکی نظر سے دیکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے۔

جذبات کو بالکل دخل نہ دیجئے۔ اگر یہ جذبات فیصلے پر اثر انداز ہونے کی کوشش

کریں تو انہیں ایسا کرنے سے سختی کیساتھ روک دیجئے۔

سمجھوتا کر لینا ہمیشہ ہی غلط نہیں ہوا کرتا

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم سے بیشتر لوگ کوئی فیصلہ کرتے وقت اسکے بالکل صحیح یا ف غلط ہونیکے بارے میں قطعی طور پر یقین کرنے کے ناقابل ہوتے ہیں اس لیے فیصلے میں سمجھوتے کا امکان ضرور مد نظر رکھنا چاہئے۔

فیصلے پر عمل درآمد ضرور کرنا چاہئے

بیشتر افراد کا وطیرہ یہ ہے کہ کسی فیصلے پر پہنچ جانیکے بعد بھی اس پر عمل درآمد نہیں کرتے اور اسے ٹالتے رہتے ہیں۔ یہ خودکشی ہے۔ ہمارے اس رویے سے دوسروں کا ہم پر اعتماد متزلزل ہو جاتا ہے۔ اسکے علاوہ جب ہمارے کوئی فیصلہ کرنیکے بعد کافی وقت گزر جاتا ہے تو ہم کو یہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ شاید ہمیں صورتحال پر از سر نو غور کرنا چاہئے۔ اس طرح پہلا فیصلہ اپنی افادیت زائل کر دیتا ہے۔

یاد رکھئے اگر آپ موزوں ترین حالات کے انتظار میں رہے تو بس انتظار ہی کرتے رہیں گے۔ پس کوئی نہ کوئی فیصلہ کیجئے اور اس پر فوراً عمل بھی کر ڈالیے۔ کسی فیصلے پر عمل درآمد کر کے ہی اس کے صحیح یا غلط ہونے کی حقیقت بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔

ذرائع امداد

ذخیرہ معلومات میں اضافے کی ضرورت

کیا آپ ترقی کے زینے پر اوپر کی جانب اگلا قدم رکھنے کی تیاری کر رہے ہیں؟ اگر کر رہے ہیں تو کس طرح کر رہے ہیں؟ شاید آپ کے پاس ان سوالات کے جوابات نہ ہوں۔ آپ نے یہ سمجھا ہوگا کہ اب آپ نے ترقی شروع کر دی ہے تو بس کرتے ہی چلے جائیں گے۔ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے اگر آپ اپنے کام کے بارے میں ذخیرہ معلومات میں اضافہ نہ کرتے رہے تو آپ اس وقت جہاں ہیں وہیں کھڑے رہ جائیں گے۔ تجربہ خصوصی تربیت، تعلیم اور تربیتی منصوبے بھی ترقی میں امداد کے ذرائع بنتے ہیں مگر بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنے طور پر ہر ذریعے سے معلومات میں اضافہ کریں۔ جارج اسٹیفن راتوں کو ریاضی پڑھا کرتا تھا۔ جیمز واٹ خالی وقت میں علم کیسیا اور ریاضی سیکھتا تھا۔ یہ دنیا انکی ہے جو اوروں سے زیادہ جانتے ہوں اور یہ صفت ذخیرہ معلومات میں اضافے سے پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ جاننے والوں کی قدر زیادہ ہوتی ہے اگر آپ کوشش کریں گے تو معلومات میں اضافے سے آپکی ترقی کی رفتار پہلے سے زیادہ تیز ہو جائے گی۔

بامقصد مطالعہ کیجئے۔

معلومات میں اضافے کی مہم ایک قسم کا تعلیمی عمل ہے۔ تعلیم اسکول یا کالج تک محدود نہیں۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے جو زندگی بھر جاری رہتا ہے۔ انسان اس حقیقت سے بے خبر ہونے کی بنا پر اس عمل کو اپنے لیے توڑ لیتے ہیں وہ نقصان میں رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ معلومات کے لیے آپ کتابیں پڑھیں گے مگر ایسی کتابوں پر آپکی رال ٹپک سکتی ہے جن کے مطالعے سے لطف حاصل ہو۔ یہ معلومات میں

اضافے کیلئے پڑھنا نہیں بلکہ ذہنی عیاشی کرنا ہے۔

آپ کا جو پیشہ ہے یا آپ کا جو کام کر رہے ہیں یا سیکھ رہے ہیں یا کرنے یا
سکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس کے مطالبوں اور مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر مطالعہ
کیجئے اور یہ مقصد سامنے رکھیے کہ آپ کو ترقی کرنی ہے اس کے بعد آپ خود صحیح راستے
پر پڑ جائیں گے۔

یہ کام خالی وقت میں کرنا چاہیے اور یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس طرح
دلچسپیوں کا خون ہو رہا ہے یا آپ تنہائی میں مجبوس ہیں جبکہ دوسرے تفریحات سے
لطف لے رہے ہیں۔ یقیناً دن بھر کام کرنے کے بعد خالی وقت میں ٹھوس قسم کی
کتابیں پڑھنا دل لگی نہیں ہے۔ یہ کام مسلسل کرنے سے آدمی کو چھٹی کا کھایا یاد آ جاتا
ہے۔ اس کیلئے بڑے حوصلے اور عزم کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر اسے نبھانا بھی پرتا
ہے ورنہ مطالعہ ناقص اور معلومات ادھوری رہ جانے سے کیا کرایا اکارت جاتا ہے۔
اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی تھکا ہوا ہے یا حالات سنگین محسوس ہونے کی وجہ سے
افسردہ اور ملول ہے یا اسے موسوں اور اندیشوں نے گھیر رکھا ہے ایسی حالت میں
اضافہ معلومات کیلئے مطالعہ کرنا بڑا کٹھن معلوم ہوتا ہے مگر آپ کو یہ کٹھن کام اس لیے
کرنا چاہیے کہ آپ یہی کر کے ترقی کر سکیں گے ورنہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں
گے۔ اس صبر آزمایہ صورتحال کو برداشت کرتے ہوئے معلومات میں اضافے سے
آپ بہت جلد بام عروج پر پہنچ جائیں گے۔ آپ کے علم میں اضافے سے آپ کے
ذہن کی دنیا زیادہ وسیع ہو جائے گی۔ اور آپ اپنے کام میں زیادہ تیز رفتار ترقی
کریں گے۔

ذہن کو بالیدگی دینے کا واحد طریقہ

جرمنی کے ایک کامیاب ترین آلات ساز نے اپنی سوانح عمری میں ایک جگہ لکھا ہے: "انسانی ذہن کو صرف ایک طریقے سے بالیدگی دی جاسکتی ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ انسان خود یعنی کسی بیرونی دباؤ کے بغیر اپنے ذہن کو روز نئی نئی باتیں سیکھنے کی تربیت دے۔ آپ ایک فرد کو اس کے کام میں امداد دے سکتے ہیں۔ اس کی رہنمائی کر سکتے ہیں، اسے راستہ بتا سکتے ہیں، اور اس میں ترقی کا جذبہ بھی ابھار سکتے ہیں لیکن اس کی کوششوں کا اصل ماخذ اُتنا ہی کچھ ہوگا جتنا اس نے خود حاصل کیا ہوگا۔"

اس سے ظاہر ہے کہ معلومات میں اضافہ کرنا ترقی کے لیے کتنا گزیر ہے۔

ترقی کی رفتار پیمیا

آخر میں ترقی کو پرکھنے کی کسوٹی بھی آپ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ ذیل کے اصولوں کو ذہن نشین کر لیجئے اور اپنی ترقی کی رفتار کو ان کے مطابق گاہ گاہ جانچتے رہیئے۔ (۱) آپ کے تعلقات اپنے سے متعلق افراد کے ساتھ خوشگوار ہونے چاہئیں (۲) آپ کے قلب و دماغ اپنے حالات سے مطمئن اور مسرور ہونے چاہئیں (۳) آپ کافن یا ملازمت یا پیشہ آپ کے لیے اطمینان بخش، حال اور مسرور کن مستقبل کا حامل ہونا چاہیئے (۴) آپ کو اپنی روزمرہ زندگی اور کاموں میں دلچسپی اور خوشی محسوس ہونی چاہیئے۔ (۵) آپ کے دل میں ضرورت مندوں کی امداد اور خدمت کا جذبہ ہر وقت موجود ہونا چاہیئے (۶) آپ کو اپنی آمدنی میں سے کچھ رقم ہر ماہ یا ہر سال نکال کر حاجت مندوں میں تقسیم کرنی چاہیئے۔ (۷) آپ کو جذباتی طور پر بالغ ہونا چاہیئے یعنی آپ خود دار، حقیقت پسند، جذبات پر کنٹرول رکھنے کے

..... ذیل کاریگی.....

عادی مُتحمّل مزاج، سوشل، انانیت سے دُور، رواداری کے وصف سے مُتصف،
مُشکلات اور دشواریوں سے خندہ پیشانی کے ساتھ نبرد آزما ہونے کے عادی اور منظم
معاشرے میں اصولوں اور قاعدوں کی پابند زندگی کے قائل ہوں۔

اس رفتارِ پیا کو ایک خوش نما بکس بورڈ پر خوش خط لکھ کر پانی میز کی دراز یا
کپڑوں کے ٹنک کے اندر رکھ لیجئے اور ہفتے میں ایک مرتبہ اسے سامنے رکھ کر اپنی
ترقی کو اس کے معیار پر جانچا کیجئے۔

آپ یقین کریں کہ اگر آپ ترقی کے ان قاعدوں پر عمل پیرا ہوں گے جو اس
کتاب میں بتائے گئے ہیں، اور اس رفتارِ پیا کے معیار پر پورے اترنے میں کوشاں
رہیں گے تو آپ ترقی کے بام عروج کی جانب ہر لمحہ تیزی سے چڑھتے چلے جائیں
گے۔ آپ کی زندگی کامیابی کی مسرتوں سے مالا مال ہو جائے گی اور آپ کی آرزوں
کا چمن تازہ زندگی پر بہار اور باثمر رہے گا۔

..... ختم شد THE END

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com